



URDU Gif Format

زندگی کا دوام اس امر میں کہ
خلفاء قریش میں سے ہوں گے

دوام العیش من الائمة من قریش

۱۳۳۹ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

دوام العیش من الائمة من قریش

(زندگی کا دوام اس امر میں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں، فرضیت اعانت کے لئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسی کے لئے نہیں مولوی فرنگی علی کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ایو الکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۷۷ تک حسب عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب

الحمد لله الذى فرض اعانة سلاطين الاسلام على المسلمين وفضل قریشا بنحائمه النبیین وسيد المرسلین صلى الله تعالى عليه وعليهم وبارك و سلم الى يوم الدين وعلى آله وصحبه وابنه وحزبه كل أن وحين -

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الدين النصيحة لله ولكتابه ولسوله
ولا ثمة المسلمين وعامتهم له رواه احمد
ومسلم وابوداؤد والنسائي عن تميم الدارمي
والترمذي والنسائي عن ابی هريرة واحمد
عن ابن عباس والطبرانی في الاوسط عن ثوبان
رضي الله تعالى عنهم -

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے
رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور جملہ
مسلمانوں کی خیر خواہی کرے (اسے احمد، مسلم، ابوداؤد
اور نسائی نے تمیم داری سے اور ترمذی اور نسائی نے
ابو ہریرہ سے اور احمد ابن عباس سے اور طبرانی نے
اوسط میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔)

سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف
جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی ، دل سے خیر خواہی مطلقاً
فرض عین ، اور وقت حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا
اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت -

قال تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها ، و
قال تعالى فاتقوا الله ما استطعتم
اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے
بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
تو اللہ سے ڈرو جہاں تمک ہو سکے۔ (ت)

مفلس پر اعانت مال نہیں بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں ، ولہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں ۔
بادشاہ اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ میں اُس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت
اُس کی اعانت بقدر استطاعت سب اہل کفایت پر لازم ہے ، البتہ اہلسنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے
ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا
اجماع ، تابعین کا اجماع ، اہلسنت کا اجماع ہے ، اس میں مخالفت نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد و کتب

۵۴/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الایمان	صحیح مسلم
۳۲۰/۲	آفتاب عالم پریس لاہور	کتاب الادب	سنن ابوداؤد
۱۰۲/۴	دار الفکر بیروت	حدیث تمیم الداری	مسند احمد بن حنبل
		۲۸۶/۴	تفسیر القرآن الکریم
		۱۶/۶۴	کے

حدیث و کتب فقہ اس سے مالا مال ہیں، بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المؤمنین کہ یہ بھی عرفاً اُسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو شاہ قوں شرط خلافت اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکوریت، قدرت، قریشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو۔

اجمالی کلام و واقعات عام و ازالہ اوہام جہال خام

اقول وباللہ التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاق مسلمان رہا۔ (۱) زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء ملوک کو علیحدہ کرتے آئے حتیٰ کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے اور آج تک ہیں، بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا منغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلایا نہ خلافت مصطفیٰ شرعیہ کا دعویٰ کیا، جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوتی، سلطان دست خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت میں اُس سے کہیں زائد ہوتا، جب کفار تاتار کے دست ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامعہ خلافت تاتار ہو گیا علمائے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قابض سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا، امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں خاتم الخلفاء مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں:

ثم دخلت سنة سبع وخمسين والدينا بلا خليفة۔
پھر ۶۵۶ھ آیا اور دنیابے خلیفہ تھی۔

پھر فرمایا:

ثم دخلت سنة ثمان وخمسين والوقت
ایضا بلا خليفة۔
پھر فرمایا:

وتسلطن بيبرس وانزال المظالم و
تلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة
لقب ملک ظاہر رکھا، پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت

تسع وخمسين والوقت ايضا بلا خليفة الى رجب
فاقيمت بمصر الخلافة وبلويع المستنصر و
كان مدة انقطاع الخلافة ثلاث سنين و
نصفاً (ملخصاً)

ماہ رجب تک یونہی بے خلیفہ تھا یہاں تک کہ مصر میں پھر
خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر
بیعت ہوئی خلافت ساڑھے تین برس تک معدوم رہی۔
(ملخصاً)۔

یوں حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرمایا،
لما اخذ التتار بغداد وقتل الخليفة اقامت
الدنيا بلا خليفة ثلاث سنين و نصف
سنة و ذلك من يوم الاربعاء ورابع عشر
صفر سنة تسع وخمسين وهو يوم قتل
الخليفة المستعصم رحمه الله تعالى الى انشاء سنة
تسع وخمسمائة يله

یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ
شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور
یہ ۱۴ صفر روز چار شنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت
خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا ۱۳ رجب ۶۵۹ھ تک
کا زمانہ ہے۔

(۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی،
سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا مگر بیعت بے تقاضی خلیفہ بھی نظم و نسق و رتی و فتی و امر و حکم
میں سلطان مستقل تھا، خلیفہ امیر المؤمنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ و سکے کو زینت اور سلاطین کو تاج و
خلعت دینے کے لئے ہوتا بلکہ اس کی بنا خود خلافت بغداد میں پڑ چکی تھی، مقتدر باللہ کو ۹۶۶ھ میں تیرہ برس کی عمر
میں خلافت ملی، طفلی و اشتغال بازی و اختیارات زمان و استخدام یہود و نصاریٰ نے ضعت پہنچایا ملک مغرب
نکل گیا مصر نکل گیا، قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا، پھر ۱۲۳۳ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا
خلیفہ نام کے لئے تھا پھر یہ بدعت شنیعہ یہ توں مستمر رہی مگر تمام علماء و مسلمین اور خود وہ جبار سے جبار سلاطین بھی
خلافت انھیں قرشی خلفا کی باتے اور انھیں سے پروانہ خلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا تو سلاطین
خود خلفا بننے، کیا ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لئے جیلہ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے
زیر دستوں کے حضور سر بندگی جھکاتے اور ان کے ہاتھ سے تاج و خطاب پاتے مگر نہیں وہ مسلمان تھے سستی تھے جانتے تھے
کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہو سکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی
سے نہ مٹے گا اسی لئے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

(۳) پھر اُدھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے مشرع سلاطین نے بھی انھیں خلفاء سے اپنے نام پروانہ سلطنت کیا حالانکہ یہ کسی طرح بھی تسلط کی راہ سے اُن کے ماتحت نہ تھے، تاریخ الخلفاء میں ہے :
 وفي سنة اربع عشرة امرسل غياث الدين اعظم شاه بن اسكندر شاه ملك الهند يطلب التقلید من الخليفة وارسل اليه مالا للسلطان هدية۔
 سنہ آٹھ سو چودہ میں بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لئے پروانہ تقرر سلطنت مانگا اور خلیفہ کے لئے نذر اور سلطان مصر کو ہدیہ بھیجا۔

خود مسٹر آزاد کے اسی رسالہ خلافت ص ۷۹ میں ہے :

”جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اُس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروان رفتہ کا مضمض ایک نمود غبار تھا تاہم سلاطین ہند اس کی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوادینے کے لئے مقام خلافت سے پروانہ نیابت حاصل کرتے رہیں“

پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بزرگی و غلامی جو اس خلافت سے رہی اور فیروز شاہ کے لئے دربار خلافت سے دوبار پروانہ تقرر سلطنت و نشان و خلعت کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اُس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے اُتری اور یہ سند بارگاہ رسالت سے ملی، پھر کہا، (ص ۸۰)

”غور کرو مقام خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد ٹٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک انہی نسبت بھی اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروائے اقلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہے ٹٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے“

خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی نشے کی ترنگ میں لکھ گئے، ان کا اعتقاد تو یہ ہے ص ۵۴ کہ،

عنہ یہ غلط ہے بلکہ ۹ رجب ۶۵۹ھ - ۱۲ منہ غفرلہ

”انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کر لینے کے لئے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں۔“

سبحان اللہ! یہ سلاطین ہند و سلاطین مصر اور خود سلطان بلیرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور ان کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ ”اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے خواہ تمام شرطیں اُس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔“ (ص ۵۱)

”ہر مسلمان پر ان دونوں کے شرع واجب ہے کہ اُسی کو خلیفہ اسلام تسلیم کرے۔“ (ص ۳۵)

خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطین اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وہ کیا بات اُن میں کم تھی جس کے لئے انھیں دوسرے کی خلافت جانے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تھی مگر شرط قرشیت۔

(۴) مسٹر کوچھوڑیے جنھوں نے دو ہی شرطیں رکھیں، ائمہ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھئے شاید ان میں کی کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا، اوپر گزرا کہ وہ اسلام و حریت و ذکورت و عقل و بلوغ و قدرت و قرشیت ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بدرجہ اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ بے اُس کے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت نہ تھی لاجرم اُسی کے نہ ہونے سے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جانا۔

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہے اُن نام کے خلفاء میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے، جبار خونخوار متکبر متجرب سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات و بی نیازی نہ سمایا اور انھیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو اُن کا محتاج ٹھہرایا حتیٰ کہ جب سلطان بلیرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اُس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہارِ انقیاد کے لئے اُس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈالیں اور سلطان نے خدمِ حشم کے ساتھ یونہی قابو اپنے دار السلطنت کا گشت کیا کہ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پروانہ سلطنت (حسن المحاضرہ) روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجہ اہم و ضروری تر جانتے تھے انھوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اُسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہو گیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتبہ ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور

اُن کی قریشیت کے آگے سر جھکا دیا۔

(۶) نہ صرف سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ و علماء نے اسی کو خلافت جانا خلافت بغداد پر کھلی تین صدیاں جیسی گزریں انھیں جانے دو تو یہی خلافت مصر ہو جسے تم کاروانِ رفتہ کی محض ایک نمودِ غبار کہتے ہو۔

(۱) جب بیکس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل امام عز الدین بن عبد السلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیکس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔

(ب) پھر ابو الباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستنصری باللہ کی خلافت کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل قتی الدین بن دقین العید کے قوت سے ہوا اُن کے عہد نامہ خلافت میں تھا،

الحمد لله الذي ادام الانمة من قریش وجعل
الناس تبعاً لهم في هذا الامر فغیرهم بالخلافة
العظيمة لا يدعی ولا یستعی له
غير قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے گا نہ وہ اس نام سے
پکارا جائے۔

اس پر قاضی القضاة شمس الدین حنفی کے دستخط ہوئے۔

(ج) پھر مستنصری کے بیٹے ابو الباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاة عز الدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثال بیعت علامہ احمد شہاب ابن فضل اللہ نے لکھی اُس میں اُن کو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ: وصل الحق الى مستحقه حق بجحدار سید، کل ذلك في حسن المحاضرة (یہ سب کا سب حسن المحاضرة میں موجود ہے۔ ت)

(د) امام اجل ابو زکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور سے متعلق شرح صحیح مسلم میں فرما رہے ہیں: قد ظهر ما قاله صلى الله تعالى عليه وسلم فمن رآه الى الآن الخلافة في قریش کجہ ویکو اکابر ائمہ برابر انھیں خلفاء مانتے آئے۔

(۵) امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری

لحسن المحاضرة في اخبار مصر والقاهرة

لہ ایضاً

شرح صحیح مسلم کتاب الامارة

قدیمی کتب خانہ کراچی

ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا :

ترجمت فيه الخلفاء امراء المؤمنين القائمين
 بامر الامة من عهد ابى بكر الصديق رضى الله
 تعالى عنه الى عهدنا هذا
 میں نے اس کتاب میں اُن کے احوال بیان کئے جو
 خلیفہ امیر المؤمنین کا راستہ پر قیام کرنے والے صدیقی اکبر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے
 تک ہوئے۔

(۹) پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عبیدی کا ذکر نہ کیا کہ کئی وجہ سے ان کی خلافت صحیح نہیں، ایک تو وہ
 قرشی نہ تھے دوسرے وہ بد مذہب بے دین کم از کم رافضی تھے و مثل هؤلاء لا تنعقد لهم بیعة ولا تصح
 لهم امامة ایسوں کے لئے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی خلافت صحیح۔ تیسرے یہ کہ اُن کی بیعت اُس وقت ہوئی کہ خلافت
 عباسی قائم تھی اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے، چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملے گی
 پھر ظہور امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی، ان وجہ سے میں نے عبیدیوں کو ذکر نہ کیا و انما ذکرنا الخليفة المتق
 على صحة امامته میں نے وہی خلفاء ذکر کئے جن کی صحت خلافت پر اتفاق ہے۔ دیکھو کیسے صریح نص ہیں کہ یہ
 کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں آخر کس لئے، اس لئے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی۔

(نص) جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شہان اسلام میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ
 کو ولیعہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلاوون ترکی نے کہ ۷۳۲ھ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۷۴۰ھ اذی الحجہ
 کو اُسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کر دئے اور خطبہ دسکہ خلیفہ ہی کا
 جاری رہا اس عہد کو نہ مانا اور جبراً خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد بن حاکم بامر اللہ کے لئے بیعت لی (اگرچہ
 مرتے وقت خود اس پر نادم ہوا اور سرداروں کو وصیت کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی احمد ہی کے لئے ہو جس پر ابن فضل اللہ
 نے وہ لکھا کہ حق بھقہ دار رسید) ابن قلاوون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں
 فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ناصر بن قلاوون پر اُس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر اتوک کی موت کی مصیبت ڈالی یہ
 اسے پہلی سزا دی، پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہوا ایک سال اور کچھ روزوں کے بعد اللہ عزوجل نے
 اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۲ھ میں لکھی ہے تو یوں تین ہی مہینے بعد مرا،

۱	خطبہ کتاب	مطبع مجتبائی دہلی	ص ۶
۲	"	" " "	ص ۷
۳	"	" " "	ص ۸

سنة الله فيمن من احد من الخلفاء بسوء فان الله تعالى يقصمه عاجلا وما يدخر له في الاخرة من العذاب اشد له

سنت الہیہ ہے کہ جو کوئی کسی خلیفہ سے برائی کرے ۔
اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرما دیتا ہے اور وہ جو آخرت
میں اس کے لئے رکھتا ہے سخت تر عذاب ہے ۔

پھر اولاد ابن قلاوون میں اس کی شامت کی سرایت بیان فرمائی کہ اُن میں جو بادشاہ ہو اتحت اُتار گیا اور
قید یا جلا وطن یا قتل کیا گیا ، خود اس کا صلیبی بیٹا کہ اُس کے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم میں اُتار دیا گیا اور مصر کے
قوس ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا ، ناصر نے چالیس برس سے زیادہ سلطنت
کی اور اس کی نسل سے بارہ بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت اتنی نہ ہوئی ۔

(ح) نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں :

اعلم ان مصر من حين صارت دار الخلافة
عظم امرها وكثرت شعائر الاسلام فيها وعلت
فيها السنة وعفت عنها البدعة وصارت محل
سكن العلماء ومحط الرجال الفضلاء و
هذا سر من اسرار الله تعالى اودعه في الخلافة
النبوية كما دل ان الايمان والعلم يكونان مع
الخلافة اينما كانت ولا يظن ان ذلك بسبب
الملوك فقد كانت ملوك بني ايوب اجل قدرا و
اعظم قدرا من ملوك جاءت بعد هم بكثير
ولم تكن مصر في زمانهم كبغداد
وفي اقطار الارض الآن من
الملوك من هو اشد باسا و اكثر
جندا من ملوك مصر كالعجم والعراق
والروم والهند والمغرب وليس الدين قائما
ببلادهم كقيامه بمصر ولا شعائر الاسلام

یعنی مصر جب سے دار الخلافہ ہوا اس کی شان بڑھ گئی ،
شعائر اسلام کی اس میں کثرت ہوئی ، سنت غالب
ہوئی بدعت مٹ گئی ، علماء کا جنگل فضلہ کا جنگل ہو گیا ، اور
یہ راز الہی ہے کہ اس نے خلافت نبوت میں رکھ ہے
جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہوگی علم ایمان
اس کے ساتھ ہوں گے ، اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ
دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین
بنی ایوب سلاطین مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر
تھے اور ان کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچتا تھا اور
اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطین مصر
سے اُن کی آئینہ سخت اور لشکر زائد جیسے ایران ، عراق ،
روم ، مغرب ، ہندوستان ۔ مگر دین و ماں ایسا
قائم نہیں جیسا مصر میں ہے ، نہ شعائر اسلام ایسے
ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شیعہ ، یہ سب
خلافت ہی کی برکت ہے ، دیکھو کیسا جبار و بالا قدر

ظاہرۃ فی اقطارہم کظہورہا فی مصر و
لانشرت السنۃ والحديث والعلم فیہا
کما فی مصر۔

آفریہ فرق قرشیت نہیں تو کیا ہے۔

(۷) اگر کہتے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کے لئے ہوئے دوسرا نہیں ہو سکتا،

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اولاً یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو، بلکہ اس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہوئی تھی پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلا نے اور یہ سلسلہ ماضیہ جلا نے جانے کے کیا معنی تھے، کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کر لیتا اور مستنصر ہی کے ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم میں خود بلکہ اس کی خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی، اب اس نے انتخاب کی طرف آ کر اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کر دی اور ایک سبھی رسمی قائم کی، یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علمائے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لئے کیا جس کا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اُس کی خلافت کا ماننا آپ کے نزدیک شرعاً واجب تھا اور اب نہ رہا کہ انتخاب سے شرعاً طاعت کیس وہ نہ اسی میں ہیں نہ اُس خلیفہ میں تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہ ہوئی دونوں دین سے گئے اسی لئے گئے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں۔

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا و نہ دین

(بیکسی کی آرزو پر افسوس ہے کہ نہ دنیا ملے تھی آئی نہ دین حاصل ہوا۔ ت)

غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بمعنی ہزبان ہے جو سلاطین و علماء کی خواب میں بھی نہ تھا وہ یقیناً جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغِ تغلب ہم سے نہ ملے گا جب تک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالیدہ کلا لایتوا کلا (جسے نہ کُلی طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے)

(۸) ثانیاً دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپ کی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت و تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی کبھی وہاں کی، ان میں کسی متاخر نے یہ نہ جانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اُس سے

اذن و پروانہ لینا چاہئے لیکن سمجھا تو اس قریشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا پر تقدم و تاخر نہ تھی بلکہ وہی ایک
ایکلی شرط قرشیت کتنا مقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے بڑے اقدار و جبروت والوں کا سر اپنے
سامنے جھکا تی تھی۔ الحمد للہ کیسے روشن بیانون سے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کے تھے تمام
سلاطین کا خود ہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں، قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا
کہ ہر وقت و قرن کے علماء انھیں یہی بتاتے رہے، اور قطعاً یہی مذہب اہلسنت ہے اور اسی پر احادیث مصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے فماذا یبعد الحق الا الضلل (تو حق کے بعد کیا ہے صرف
گمراہی ہے۔ ت)

ربا مسئلہ اعانت، کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی
اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لئے ادعائے خلافت ضرور ہو یا سلطان مسلمین کی اعانت
صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے، یہ نصوص قطعہ قرآن کے خلاف ہے، اور
جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات
متناظرہ اور اجماع صحابہ و اجماع امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کر کے
عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے، خانہ جویں مضمر لہجوں کا ساتھ دیا جائے، دُور از کار تا ویلون تبدیل
تحریفوں، خیانتوں، عنادوں، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکہ لیا جائے، والعیاذ
باللہ تعالیٰ۔

اب ہم بترقیۃ تعالیٰ اس اجمال مفصل کی تفصیل محل کے لئے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہیں،
مقدمہ: خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں
پڑ سکتا۔

فصل اول: احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مذہب مہذب اہلسنت نصرعم اللہ تعالیٰ سے
بشرط قرشیت کے روشن ثبوت۔

فصل دوم: خطبہ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی پندرہ سطری کارگزاری کی ناز برداری۔
فصل سوم: رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہدایات و تلبیسات کی خدمتگزاری۔

وباللہ التوفیق لا یرب سواہ، والصلوة والسلام علی مصطفیٰ و آلہ و

صحابہ و من والاہ -

مقدمہ

خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی حرف عائد ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔

(۱) خلیفہ حکمرانی و جہان بینی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام امت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے،

(خلافتهم) ای نیابتهم عن الرسول فی اقامة الدین بحیث یجب علی كافة الامم الاتباع۔ ان کی خلافت، یعنی دین کی اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے (ت)

خود سرکفار کا اسے نہ ماننا شرعاً اس کے استحقاق ولایت عامہ میں محمل نہیں جس طرح اُن کا خود نبی کو نہ ماننا یونہی رُوتے زمین کے مسلمانوں میں جو اُسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلافت نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اس کے زیرِ حکم ہوں،

کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حسن المحاضرة عن ابن فضل اللہ فی المسالك عن علی بن سعید۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن المحاضرہ میں ابن فضل اللہ سے انھوں نے مسالک میں علی بن سعید سے اسے ذکر کیا۔ (ت)

یہ دو قسم ہے،

- (i) موعی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسبِ عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے۔
 - (ii) دوسرا متغلب کہ بزورِ شمشیر ملک دبا بیٹھا اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی و بس۔
- (۲) کہ اول پر متفرغ ہے خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الہی میں تمام امت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہ نائبِ رسولِ رب ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر، پھر اگر موعی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اُس کا امرِ خلیفہ ہے اور امرِ خلیفہ امرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اُس کے منصب سے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ

دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کے لئے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری سے دربارہ سلطان متغلب نقل کیا (ص ۵۱)۔
 طاعته خیر من الخروج عليه لما في ذلك من حقن الدماء وتسكين الدهماء
 اس کے خلاف کے مقابل میں اس کی طاعت بہتر ہے
 کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور شرورش سے
 سکون ہے (ت)

(۳) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقتہً فرض ہو گیا جس مباح سے منع کیا حقیقتہً حرام ہو گیا یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الامام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا، امام بہام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا، میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح و کرنا فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے اُس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اُس کا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتویٰ سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلم، اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب حرام نہ ہو جائیں گے تنہائی میں اس طور پر کہ اُسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نسیم الریاض و غنیۃ القاضی و غیرہا کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پیتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں:

”نہ خود حقہ پیتا ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا۔“

اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العاد میں فرماتے ہیں:

لیت شعری ای امر من امر یہ یتمسک
 بہ امرہ الناس بقرکہ او امرہ باعطاء
 المکس علیہ علی ان المراد من اولی الامر فی
 الایۃ العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی
 فی آخر مسائل شتی من شرح الککنز و ایضا
 یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے
 یہ کہ لوگ حقہ نہ پیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں معہذا
 آیہ کریم میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد
 علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے نیز
 کیا ظالم سلاطین کا حکم شرعی ہو جائے گا حالانکہ

هل منع السلاطين الظلمة يثبت حكما شرعيا
وقد قالوا من قال لسلطان من ماننا عادل
كفر^۱
ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے
زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا
انتہی۔

یہ ارشاد امام علم الہدی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنہیں ہزار برس
سے زائد ہوئے نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین
دش ملکوں میں دس۔ خود مشر آزاد لکھتے ہیں (ص ۸۴) :
”اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی دُوئے زمین پر مسلمانوں کا صرف
ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو۔“

(۵) کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر سلطان اذن خلیفہ
کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی، خود آزاد کے ص ۷۹ سے گزرا کہ:
”خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقام خلافت سے
پر وائے نیابت حاصل کرتے ہیں۔“

(۶) خلیفہ بلاوجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش
قواد ترک کہ متوکل بن معصوم بن ہارون رشید کو قتل کر کے خلفا پوجا دی ہو گئے تھے جب اُن میں کسی کو زندہ رکھ کر
معزول کرنا چاہتے خود اُسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفیٰ دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان
کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا ”میں نے تجھے معزول کیا“ اس کے عزل کو بس ہے۔

(۷) سلطنت کے لئے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں، بہترے غلام بادشاہ ہوئے، خود
رسالہ آزاد صفحہ ۵۵ میں ہے،

”غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر
جھکایا ہے۔“

اور خلافت کے لئے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے کہا فی المواقف و شرحہ و عامۃ الکتاب (جیہا کہ
مواقف اور اس کی شرح اور عامۃ کتب میں ہے۔ ت) یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز

کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نچا درجہ ہے، لہذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسر شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابو بکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضیٰ بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ اسے نہ پایے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند پایا ہے۔ یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے، اسی کے لئے قریشیت وغیرہ باسات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا منافی۔ جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ بحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو وباللہ التوفیق۔

فصل اول

احادیث متواترہ سرکار رسالت و اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ امت و مذہب مہذب اہلسنت و جماعت

سے شرط قریشیت کے روشن ثبوت

احادیث شریفہ کو میں جداول اول ان کی تخریج و شان تواتر بناؤں ان سے اتمام تقریب و وجہ احتجاج دکھاؤں اس سے یہی بہتر کہ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ سے اقوال جلیلہ ائمہ کرام و علمائے اعلام سناؤں کہ ان میں وہ سب کچھ بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و وافی ہے ہر وہم و وسوسہ کا نافی و شافی ہے وہی تمہیں بتا دیں گے کہ حدیث متواترہیں ان کی حجتیں قاہرہ ہیں ہر طبقہ و قرن کے اجماع متطاف رہیں مخالف شنی نہیں خارجی معزلی گمراہ خارجی ہیں وباللہ التوفیق۔

کتب عقائد

امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملتہ والدین علم نسفی استاد امام بریان الملتہ والدین صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلہ نظامیہ و دیگر سلاسل تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لئے رکھا ہے کہ طلبہ عقائد اہلسنت سے آگاہ ہو جائیں اس کتاب جلیل میں ہے، ویکون من قریش ولا یجوز من غیرہم یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہیں۔
شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قنہار، افغانستان

عنه ان هذا الامر في قریش
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے۔
 اور تخریج حدیث پھر ورق اوپر بیان کی،

رواہ النسائی من حدیث انس و سواہ بمعناہ
 الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیہقی وافرہ
 شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن حجر
 بجزء جمع فیہ طرقہ عن نحو من اربعین
 صحابیاً۔

علامہ امام قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن الہمام
 اما عندنا فالشروط انواع بعضها لازمہ
 لا تنعقد بدونه ، وهي الاسلام والذكورة
 والحرية والعقل والبلوغ واصل الشجاعة
 وان يكون قرشياً۔
 پھر فرمایا :

اما نسب قریش فلقوله صلى الله تعالى
 عليه وسلم الائمة من قریش سواہ البزار
 وهذا ان كان خبر واحد فقد اتفقت
 الصحابة على قبوله قاله الامام ابو العباس
 الصابوني وغيره۔
 طوالح الافار علامہ بیضاوی میں ہے ،

۳۲۰ ص	مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر	شروط الامام	۱
۳۰۶ ص	" " "	"	"
۳۲۰ و ۳۱۹ ص	" " "	"	"
۳۲۰ ص	" " "	"	"

یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کی اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار و
 بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ
 ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں
 ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب
 چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جمع کیں۔

تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں ،
 ہمارے نزدیک خلافت کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو
 شروط لازم ہیں کہ ان کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہو سکتی
 وہ یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی و عقل
 بلوغ و اصل شجاعت اور قرشی ہونا۔

قریشی ہونا اس لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، خلفاء قریش سے ہوں ۔
 اسے بزار نے روایت کیا ، اور یہ اگرچہ خبر واحد ہو مگر
 صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا ، یہ
 امام ابو العباس صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا۔

التاسعة كونه قرشيا خلافا للخوارج وجمع
من المعتزلة لنا قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم الاثمة من قریش واللام في الجمع حيث
لا عهد للعموم^{۱۲}
جہاں عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے یعنی تمام خلفاء قریش ہی سے ہوں۔
مواقف میں ہے :

يكون قرشيا ومنعه الخوارج وبعض
المعتزلة لنا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم
الاثمة من قریش ثم ان الصحابة عملوا بمضمون
هذا الحديث واجمعوا عليه فصار قاطعا^{۱۳}
یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط
کے منکر ہیں ہماری دلیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ خلیفہ قریشی ہو، پھر صحابہ کرام اس حدیث کے مضمون
پر عامل ہوئے اور ان کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل
قطعی ہو گئی۔

شرح علامہ سید شریف میں ہے :

صار دليلا قاطعا يفيد اليقين باشتراط
القرشية^{۱۴}
اسی میں ہے : اشتراطہ الاشاعة یعنی اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے۔
مقاصد میں ہے :

ليشروط في الامام كونه قرشيا لقوله صلى الله تعالى
عليه وسلم الاثمة من قریش^{۱۵}
امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا، خلفاء قریش سے ہوں۔
شرح مقاصد میں ہے :

له طالع الانوار علامہ بیضاوی

۱۲ مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع في الامامة منشورات الشريف رضی قم ایران ۲۵۰/۸

۱۳ " " " " " " " " " " " "

۱۴ " " " " " " " " " " " "

۱۵ مقاصد علی باش شرح المقاصد الفصل الرابع في الامامة المبحث الثاني دار المعارف النعمانية لاہور ۲۴۴/۲

اتفقت الامة على اشتراط كونه قرشي خلافا
للخواارج لنا السنة والاجماع اما السنة فقوله
صلى الله تعالى عليه وسلم الائمة من قریش
واما الاجماع فهو انه لما قال الانصار يوم
السقيفة منا امير منكم امير منعهم ابو بكر
رضي الله تعالى عنه بعد مكنونهم من قریش
ولم ينكره عليه احد من الصحابة فكان
اجماعاً
یوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع
ہو گیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے :

یشترط ان يكون الامام قرشياً لقوله صلى
الله تعالى عليه وسلم الائمة من قریش
وهو حديث مشهور وليس السمر ادبه
الامامة في الصلوة اتفاقاً فتعینت الامامة الكبرى
خلافاً للخواارج وبعض المعتزلة
یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا، ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ حدیث
مشہور ہے اور اس میں امامت نماز باجماع مراد نہیں
توضو و خلافت مراد ہے اس میں مخالفت خارجی ہیں
یا بعض معتزلی۔

طریقہ محمدیہ میں ہے :

المسلمون لا بد لهم من امام قرشي ولا يشترط
ان يكون هاشمياً
یعنی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو
اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

حدیثہ نذیرہ میں ہے :

يكون من قریش ولا يجوز من غيرهم
یعنی خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔

۲۷۷/۲	دار المعارف النجف لاهور	الفصل الرابع في الامامة	لہ شرح المقاصد
ص ۱۴۷	مصطفی البابی مصر	نصب الامام واجب	لہ من الروض الاذہر شرح الفقہ اکبر
۷۱/۱	مکتبہ حنفیہ کوئٹہ		لہ طریقہ محمدیہ
۲۹۵/۱	مکتبہ نور رضویہ فیصل آباد		لہ حدیثہ نذیرہ شرح طریقہ محمدیہ

منہم احدہ

خلافت صحیح نہیں۔

امام نووی شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ طبری و علامہ سید شریف و علی قاری
شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

ہذا الاحادیث و اشباہها دلیل ظاہر
ان الخلافۃ مختصۃ لقریش لایجوز عقدہا
لاحد من غیرہم و علی هذا انعقد الاجماع
فی نزع الصحابۃ و كذلك بعدہم و من
خالف فیہ من اهل البدع او اعرض بخلاف
من غیرہم فهو محجوب باجماع الصحابة
و التابعین فمن بعدہم بالاحادیث
الصحیحۃ۔

یہ حدیثیں اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلیں
ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ان کے
سوا کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، اسی پر زمانہ صحابہ
میں یوں ہی ان کے بعد اجماع منعقد ہوا تو جن
بد مذہبوں نے اس میں خلافت کیا یا جس نے اور کسی
کے خلاف کا اشارہ کیا اس کا قول صحابہ و تابعین و
علمائے مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے
مردود ہے۔

علامہ ابن المنیر پھر حافظ عسقلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں،

الصحابۃ اتفقوا علی افادۃ المفہوم للعصر
خلافا لمن انکر ذلك والی هذا ذهب جمہور
اهل العلم ان شرط الامام ان یکون قرشیا
وقالت الخوارج و طائفة من المعتزلة یجوز
ان یکون الامام غیر قرشی و بالغ ضرار بن عمرو
فقال تولیۃ غیر القرشی ادلی وقال ابو بکر الطیب
لم یخرج المسلمون علی هذا القول بعد ثبوت
حدیث الائمة من قریش و عمل المسلمون بہ
قرنا بعد قرن و انعقد الاجماع علی
اعتبار ذالک قبل ان یقع

یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمة من قریش
خلافت کا قریشی میں حصر فرماتی ہے برخلاف اُس کے
جو اس کا منکر ہو، اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے
کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط اور خارجیوں اور ایک
گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے اور
ضرار بن عمرو تو یہاں تک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا
بہتر ہے۔ امام ابو بکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں
نے اس قول کی طرف التفات نہ کیا بعد اس کے کہ
حدیث الائمة من قریش ثابت ہو چکی اور ہر قرن
میں مسلمان اس پر عامل رہے اور اس اختلاف

۱۔ فتح الباری شرح البخاری باب الامر من قریش مصطفیٰ البانی مصر ۲۳۵/۱۶
۲۔ شرح صحیح مسلم صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۹/۲

الاختلاف

اُنھنے سے پہلے اُس کے ماننے پر اجماع منعقد ہو گیا۔
 امام احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام شہاب الدین کٹانی وجہ دلالت حدیث لایزال ہذا الامر
 فی قریش میں فرماتے ہیں،

الببتدأ بالحقیقة ہنہا هو الامر الواقع
 صفة لہذا و ہذا الا یوصف الا بالجنس
 فمقتضاہ حصر جنس الامر فی قریش کا نہ
 قال لا امر الا فی قریش والحديث وانکات
 بلفظ الخبر فهو بمعنى الامر، وبقية طرق
 الحديث تؤید ذلك
 ہونے کے خلاف نہیں مگر قریش میں، اور حدیث اگرچہ صورتہ شبر ہے معنی امر ہے، حدیث کی باقی روایتیں اس معنی
 کی مؤید ہیں۔

امام ابن حجر اور اُن سے پہلے امام ابن بطلال شرح بخاری لمہلب سے ناقل،

یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلہ قحطان سے ہوگا
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت
 انکار کیا اور خطبہ پڑھا اس میں فرمایا میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش
 میں ہے، یہ انکار اس بنا پر نہ تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ
 بھی نہیں ہو سکتا، یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ

عہ تنبیہ ضروری، یہ کلام جلیل یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس سے اہل باطل کا منہ کالا ہوگا ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

۲۳۶/۱۶	مصطفیٰ البابی مصر	باب الامراء من قریش	فتح ابزاری شرح البخاری
"	"	"	"
۲۳۲/۱۶	"	"	"

نہ سجدہ کیے بغیر قرشی خلیفہ ہو سکتا ہے لہذا حضرت امیر معاویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اس پر کسی صحابی و تابعی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُن سب کا یہی مذہب ہے۔

مہلب پھر ابن بطلال پھر عتبی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح بخاری میں فرماتے ہیں،

ان القحطانی اذا قام و ليس من بيت النبوة ولا من قریش الذين جعل الله فيهم الخلافه فهو من اكبر تغير الزمان و تبدل الاحكام۔ جب قحطانی قائم ہوگا اور وہ نہ خاندان نبوت سے ہے نہ قریش سے جن میں اللہ عز و جل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکام شریعت کی تبدل ہوگا۔

امام اہل قاضی عیاض پھر امام ابو زکریا نووی شروح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں،

اشترط كونه قرشياً هو مذهب العلماء كافة وقد احتج به ابو بكر وعمر على الانصاس يوم السقيفة فلم ينكرا احد وقد عدها العلماء في مسائل الاجماع ولم ينقل عن احد من السلف فيها قول ولا فعل يخالف ما ذكرنا وكذا لا من بعدهم في جمع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقه من الخوارج واهل البدع انه يجوز كونه من غير قریش لما هو عليه من مخالفة اجماع المسلمين۔ خلیفہ میں قرشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہوا، یونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے اور وہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بد مذہبوں نے کہا کہ غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے کچھ گفٹی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

شیخ عبدالحی محمد و بلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں،

گفت آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ می باشد امر خلافت در قریش یعنی مے باید کہ در ایشان باشد و جائز نیست شرعاً عقد خلافت مر غیر ایشان را و بریں منعقد شد اجماع در زمن صحابہ و بایں حجت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی یعنی انہی میں ہونا چاہئے اور شرعاً ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں صحابہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اسی حدیث کو

کردند مہاجر ان بر انصارؓ

مہاجرین نے انصار پر بطور محبت پیش کیا۔ (ت)

امام جلال الدین کی تاریخ الخلفاء سے گزرا:

لم اورد احد امن الخلفاء العبيد بين لانت اما متهم غير صحيحة لانهم غير قرشيؓ
میں نے اس کتاب میں خلفائے عبیدہ سے کسی کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ ان کی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

کُتب فقہ حنفی

فتاویٰ سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے:

یشترط انیکون الخلیفۃ قرشیاً ولا یشترط انیکون ہاشمیاًؓ
خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

اشبہاء والنظار فن ثالث بیان فرق پھر ابو السعد ازہری علی الکنز میں ہے:
یشترط فی الامام ان یکون قرشیاًؓ
خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو۔

غزالیون میں ہے:

یشترط نسب قریش لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمۃ من قریشؓ
قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قرشی ہوں۔

در مختار میں ہے:

یشترط کونہ مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً
خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان آزاد،

عہ اور دہ آخر کتب الحدیث تبعاً ۱۲ منہ غفرلہ اس کو کتب حدیث کے آفرین تابع ہونے کی حیثیت ذکر کیا ہے (ت)

۱۔ اشعۃ المعات شرح مشکوٰۃ باب مناقب قریش فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکمر ۶۱۹/۴

۲۔ تاریخ الخلفاء خطبہ کتاب مطبع مجتہبی دہلی ص ۷

۳۔ فتاویٰ سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد نوکشور لکھنؤ ص ۷۰

۴۔ الاشباہ والنظار الفن الثالث اداره القرآن کراچی ۲۵۳/۲ ۶۵۴

۵۔ غزالیون البصائر شرح الاشباہ والنظار الفن الثالث " " ۲۵۳/۲ ۶۵۴

مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔

قادر قرشیؑ
طحاوی علی الدررین ہے،

خليفة كافرشي هونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خلفاء قرشی ہوں۔ اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی۔

اشتراط كونه قرشياً لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الائمة من قریش وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بهذا الحديث۔
رد المحتار میں اسی کے مثل لکھ کر فرمایا،

یعنی اسی حدیث و اتفاق صحابہ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لاتی ہے اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کے لئے قرشی ہونا ضروری ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلافت کیا، اول نے غیر قرشی کی خلافت کو اولیٰ جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولیٰ سمجھا لازم نہ جانا، اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی نہیں ہو سکتا۔

وبه يبطل قول الصراسية ان الامامة تصلح في غير قریش والكعبية ان القرشي اولیٰ بها۔

تمہید امام ابو شکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نص سے اس کی تصریح ہے کہ:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: خلافت صحیح ہے بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

قال ابو حنیفة رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یصح امامتہ اذا کان قرشیاً براکان او فاجراً۔

ازالہ وہم میں عبارات کتب عقائد و حدیث

بالجملہ مسئلہ قطعاً یقیناً اہلسنت کا اجماعی ہے ولہذا حدیث بخاری:

اسمعوا و اطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشیؑ
سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے۔

۸۲/۱	مطبوع مجتبائی دہلی	باب الامامة	لہ در مختار
۲۳۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	"	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۳۶۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المحتار
ص ۱۵۹	دارالعلوم حزب الاحناف لاہور	الباب الحادی عشر فی الخلافۃ والامامة	لکھ تمہید ابو شکور سالمی
۱۰۵۷/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب السمع والطاعة للامام	لکھ صحیح بخاری

اُس کی شرح میں علما قاطبہ ازالہ وہم کی طرف متوجہ ہوئے، شرح مقاصد میں ہے :
 ذلک فی غیر الامام من الحکامۃ یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے۔
 موافق میں ہے :

ذلک الحدیث فی من امرہ الامام علی سریتہ
 یہ حدیث اُس کے بارے میں ہے جسے کسی لشکر وغیرہ
 وغیرہا۔
 پر سردار کرے۔

شرح موافق میں ہے :

يجب حملہ علی هذا دفعا للتعارض بينه و
 بین الاجماع، او نقول هو مبالغه علی سبیل
 الفرض و يدل علیہ انه لا يجوز كون
 الامام عبد الاجماع۔
 حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے
 مخالف نہ پڑے، یا یوں کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ
 بطور فرض ارشاد ہوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے
 کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہے۔

ابن الجوزی نے تحقیق پھر امام بدر محمود عینی نے عمدة القاری، پھر حافظ عسقلانی نے شرح بخاری
 کتاب الصلوٰۃ میں فرمایا :

هذا فی الامراء والعمال والائمة والخلفاء
 فان الخلافۃ فی قریش لا مدخل فیہا لغيرہم۔
 یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے نہ خلفاء
 میں کہ خلافت تو قریش میں ہے دوسروں کو اس میں دخل
 ہی نہیں۔

یہیں فتح الباری میں ہے :

امربطاعة العبد الجشی والامامة العظمی
 انما تكون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرہم
 متغلبا بہ
 حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف
 قریش کا حق ہے تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی
 امیر بن بیٹھنے والا۔

۲۷۷/۲	دارالمعارف النعمانیہ لاہور	الفصل الرابع فی الامامة المبحث الثاني	شرح المقاصد
۳۵۰/۸	قم، ایران	غسورات الشریف الرضی، قم، ایران	شرح موافق
"	"	"	شرح المواضع
۲۲۸/۵	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب امامۃ العبد والمولیٰ	عمدة القاری شرح البخاری
۲۳۹/۱۶	مصطفیٰ البابی مصر	"	فتح الباری

عمدة القاری و فتح الباری کتاب الاحکام میں اسی حدیث کے نیچے ہے :

ای جعل عاملا بان امرامامة عامة على
البلد مثلا او ولی فیہا ولاية خاصة كالامامة
فی الصلوة او جباية الخراج او مباشرة
الحرب فقد کان فی من الخلفاء الراشدين
من تجمع له الامور الثلاثة و من يختص
ببعضها

مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے، یوں کہ خلیفہ غلام حبشی کو کسی شہر
کا عام والی کر دے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے
جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی لشکر کی
سرکاری، خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ تینوں
باتیں بعض میں جمع ہو جاتی تھیں اور کسی میں
بعض۔

امام ابو سلیمان خطابی پھر امام عینی و امام عسقلانی و علی قاری نے فرمایا :

قد يضرب المثل بما لا يقع فی الوجود وهذا
من ذاك و اطلق العبد الحبشی مبالغة فی
الامر بالطاعة وان كان لا يتصور شرعا
ان یلی ذلك انه بلفظ المراقبة قال الخطابی
قد يضرب المثل بما لا یکاد یصح فی الوجود

یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع
نہ ہوگی، یہ حدیث اسی قبیل سے ہے، حبشی کا ذکر
علم اطاعت میں مبالغہ کے لئے فرمایا اگرچہ حبشی غلام
کا ولی بننا شرعاً مقصود نہیں، مرقاة کے الفاظ یہ ہیں
خطابی نے کہا کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے
جو واقع نہ ہوگی۔ (ت)

اشعة الملمات میں ہے :

ذكر عبد برائے مبالغة است بروية قول أنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجدے اگرچہ
مثل آشیانہ کنجشک و مسجد ہرگز مثل آشیانہ
کنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغة است یا مراد
نائب خلیفہ است

غلام کا ذکر بطور مبالغہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اس ارشاد کے طور پر جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے
گھونسلے کی مثل ہو، حالانکہ مسجد ہرگز چڑیا کے گھونسلے
کی مثل نہیں ہوتی، لیکن مقصود مبالغہ ہے یا خلیفہ کا
کوئی نائب مراد ہے (ت)

۲۳۹/۱۶	مصطفیٰ البابی مصر	لہ فتح الباری باب السمع والطاعة
۲۴۰/۱۶	" " "	لہ فتح الباری " " "
۲۴۶/۷	کتاب الامارة الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	لہ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح
۳۰۱/۳	مکتبہ نور رضویہ سکر	لہ اشعة الملمات کتاب الامارة الفصل الاول

عمدة القاری وکواکب الدراری وجمع البحار میں ہے :

هذا في الامراء والعمال دون الخلفاء لان
الحبشي لا يتولى الخلافة لان الائمة من
قریش کے

مہلب پھر ابن بطل پھر ابن حجر نے فتح میں کہا :
قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اسمعوا و
اطيعوا لا يوجب ان يكون المستعمل للعبد
الامام قرشي لما تقدم ان الامامة لا تكون الا
في قریش کے

فتح الباری وارشاد الساری ومرقاۃ قاری میں ہے :
واللفظ لها (وان استعمل عليكم عبد حبشي) اي
وان استعمله الامام الاعظم على القوم لان
العبد الحبشي هو الامام الاعظم فان الائمة
من قریش کے

جمع البحار الانوار میں ہے :
شرط الامام الحرية والقرشية وليس في الحديث
انه يكون اما مابل يفوض اليه الامام امرا من
الامور کے

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ خود حدیث صحیح میں اس معنی کی تصریح صریح موجود جس کا بیان فصل سوم میں
آئے گا ان شاء اللہ العزیز والودود۔

۲۲۳/۲۳	۱۶	۲۲۶/۴	۳۳۰/۱
عمدة القاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعة	ادارة المنيرية دمشق	فتح الباری شرح البحاری باب السمع والطاعة	مصطفی البابی مصر
مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارة	الفصل الاول مکتبة جبینہ کوٹہ	جمع بحار الانوار	تحت لفظ جدع مکتبة دار الایمان مدینہ منورہ

بالجملہ دربارہ خلافت ہر طبقہ اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبدالباری صاحب کے جدِ اعلیٰ حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافت صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا :

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند ما میگویم کہ سعد بن عبادہ امارت خود می خواست و این مخالفت نص است چه حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند الاثمة من قریش ائمة از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چه مخالفت مراہمے صحابہ نبود بلکه مخالفت اجماع و او اعتبار ندارد بل

باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی ، تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔

پھر خلافت فاروقی پر انعقاد اجماع میں فرمایا :

ہم صحابہ برآں عمل کردند و بیعت حضرت امیر المؤمنین عمر کردند و دریں ہم کے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چه امارت خود میخواست چنانچہ دانستی ہے

اس حدیث پر عمل کیا اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس میں بھی سوائے سعد بن عبادہ کے کسی مخالفت نہ کی لیکن ان کی مخالفت نص کے خلاف تھی کیونکہ اپنے لئے امارت کے خواہشمند تھے جیسا کہ آپ جان لیا۔

اب سب سے اخیر دور میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المعتقہ المنقذہ میں فرماتے ہیں :

لیست شرط نسب قریشی خلافا لکثیر من المعتزلة ولا یستطرونہ ہا شمیاء خلافا للرافضیہ

غلیظہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے بر خلاف بہت معتزلیوں کے ، اور ہاشمی ہونا شرط نہیں بر خلاف رافضیوں کے۔

عہد بدایونی لیدر عبد الماجد صاحب کے دادا کے دادا ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

لے شرح الفقہ اکبر لعبد العلی فرنگی علی

لے " " " " " " " " " " " "

لے المعتقہ المنقذہ الباب الرابع فی الامامة مکتبہ حامدیر لاہور ص ۱۹۷

حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی مرحوم اپنے رسالہ عقائد احسن الکلام میں فرماتے ہیں :
نعتقد انه يجب على المسلمين نصب امام
هم اهل سنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ
من قریشیہ قائم کرنا فرض ہے ۔

نوع دیگر از کتب عقائد

علامہ سعد الدین قفازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں :

فان قيل فعلى ما ذكر من ان مدة الخلافة
ثلثون سنة يكون الزمان بعد الخلفاء الراشدين
خاليا عن الامام فتعصى الامة كلهم ، قلنا
المراد بالخلافة الكاملة ولو سلم فلعل الخلافة
تنقضي دون الامامة بناء على ان الامامة اعم
لكن هذا الاصطلاح لم نجد له من القوم واما
بعد الخلفاء العباسية فالامر مشكل (ملخصاً)
يعني اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفائے راشدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا
اور محاذ اللہ تمام اُمت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام
اُمت پر واجب تھا تو ہم جواب دیں گے کہ وہ جو
تیس برس پر ختم ہو گئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ
مطلی خلافت ، اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو شاید خلافت
ختم ہو گئی امامت بعد کو رہی اور واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت
خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی ، بہر حال جب سے خلفائے عباسیہ نہ رہے
امر مشکل ہے کہ اُس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ ، تو اعتراض نہ اٹھا انتہی (ملخصاً)۔
اقول اولاً صحیح جواب اول ہے اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اُس وقت
نظر اس پر نہ کی تھی ۔

ثانیاً امامت بیشک عام ہے جس کا بیان ہم کرینگے اِنْ شَاءَ اللہ ۔ نیز علامہ موصوف شرح مقاصد میں
اسی اعتراض کو ذکر کر کے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں :
فان قيل لو وجب نصب الامام لزم
اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر

عہ مذکور مستدبر بدایونی (ہدایۃ اللہ تعالیٰ) کے پردادا ۱۲ حشمت علی قادری رضوی مکتبہ غفرلہ

لہ احسن الکلام

لہ شرح العقائد النسفیہ

دارالاشاعت قندھار ، افغانستان

ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اطباق الامۃ فی اکثر الاعصار علی ترک
الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب
من الصفات سیمابعد انقضاء الدولة
العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو تركوه عن
قدرة واختیار لا عجز واضطرار لیه
جواب دیں گے کہ گمراہی تو جیب ہوتی کہ ان کے بعد اُمت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی، عجز و
مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو؟

یہی مضمون مولوی علی الحیالی میں ہے حدیث عجز و اضطرار بیان کر کے کہا:

وبهذا الحديث یندفع الاشکال بعد الخفاء
الراشدین والعباسیة ایضاً۔
یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت
ضرور مفقود ہے مگر اُمت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری

موجود ہے۔

شرح عقائد امام نسفی پھر تعلیقات المسایرة للعلامة قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ
میں ضرورت خلیفہ بتائی کہ دین و دنیا کے ان امور کے انتظام کو اس کا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا:
فان قیل فلیکتف بذی شوکة له الریاسة
العامة اما ما کان او غیرا ما فان انتظام
الامر یحصل بذلک کما فی عہد الاتراک
قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا
ولکن یختل امر الدین وهو المقصود
الاهم
یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک
عام ریاست والے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ
خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا
جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہیں اور انتظام
کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت، تو ہم جواب دینگے
ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام
چل جائے گا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہے۔

لہذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیاں کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے، کیا ان سے بھی صاف نص کر

۱۔ شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۵
۲۔ مولوی علی الحیالی مطبع ہندوپریس دہلی ص ۲۵۷
۳۔ شرح العقائد النسفیة دار الاشاعت قم دار افغانستان ص ۱۱۰

حاجت ہے واللہ الحجة البالغة۔

تثلیثیہ : اسی نوع سے ہے وہ حدیث کہ صدر کلام میں امام خاتم الحفاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچے گی ظہور مہدی تک اور کو نہ ملے گی۔ ظاہر ہوا کہ ۳۳۳ھ سے آج تک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرق عدیدہ سے حسن ہے اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، اور دہلی نے مسند الفردوس میں انھیں سے بسند دیگر اور دارقطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً اور خطیب نے بسند خلفا حضرت جبرائیل سے موقوفاً اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں :

لكنهما في ولد علي صنوا بي حتى يسلموها الى
الدجال

ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی
اولاد میں ہے یہاں تک کہ اُسے سپرد دجال کریں گے۔

اور حدیث ابن مسعود میں ہے :

لا تذهب الايام والليالي حتى يملك رجل
من اهل بيتي يواطى اسمه اسمي واسم
ابيہ اسم ابی فيملؤها قسطا وعدلا كما ملئت
جورا وظلما

شب و روز گزرنے کے بعد وہ خلافت کو میرے
ایلیک سے ایک مرد کے سپرد کریں گے جس کا نام
میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ
کا نام، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا
جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اُس پر اعتماد کیا کیا تقدیر (جیسا کہ پیچھے
گزارات) یہ ہیں تقریباً پچاس حدیثیں اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانوے عبارتیں۔ سنی
بالانصاف کو اسی قدر کافی دوائی ہیں۔ واللہ الحمد والحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین۔

فصل دوم

خطبہ صدارت مولوی فرنگی محلی میں ۱۵ سطری کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانوں نے دیکھا خلافت کے لئے شرط قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اُمت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ و اکابر حنفیہ کی کتب عقائد میں تصریحیں، کتب حدیث میں تصریحیں، کتب فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی کا خطبہ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وہ بھی تصریح نہیں، فحوی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلافِ دیانت و اغوائے عوام ہے۔

(۲) تمہید میں تو اُس پر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص صریح مذکور، شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحوائے کلام ہوگا۔

(۳) اُس پر نقول قاہرہ اجماع کو یوں گرانا کہ بعض بے اجماع نقل کیا، کیسی تبلیس ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ ابتدائے اُس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے، ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشارہ ہے، امام اجل ثقت عدل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے ائمہ نے اُس پر اجماع نقل کیا، بعد کے علماء نے نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کسی نے اُس میں خلافِ اہلسنت کا پتہ نہ دیا معاذ اللہ یہ سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلی چتے۔

(۵) جب نقول ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہری تو آپ ہی ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد عصر نبوت فلاں فلاں مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں، نہ وہ سب مل کر اپنے اجماع کی دستاویزیں رجسٹری کرا گئے اب نہ رہیں مگر نقول ائمہ وہ ان تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں، پھر ثبوت اجماع کی صورت ہی کیا رہی۔

(۶) جب وہ نقل اجماع میں متہم تو نقل اقوال خاصہ میں کیوں معتمد ہوں گے، فقہ بھی گئی، یہ دیا بسیدہ غیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور جلسوں میں اُن کی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا ع

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد
(قیاس فاسد ہے اور اجماع بے اثر ہے۔)

(۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعویٰ اجماع نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اُسے مسائل اجماع میں گنا تو ان سے ابتداءً بتانا تکذیب و گستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔

(۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں، پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہو گئیں، اب صد ہا مسائل اجماع میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں نقل اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداءً ان سے معلوم ہوتی ہے کتنا آسان طریقت رو اجماع کا ہے۔

(۹) ائمہ کرام اُس پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے، اور اسی بنا پر کتب عقائد میں اُسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں اُس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ العقد اجماع سے پہلے کی گفت گو ہے اُس سے نقص اجماع جنون خالص ہے یوں ہی اگر تاریخ معلوم نہ ہو اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود اور صحیح و قابل تاویل ہے تو واجب تاویل ورنہ شاذ وایت اجماع کے مقابل قطعاً مضحک نہ کہ النہ اس سے اجماع باطل۔

(۱۰) قریش میں حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ فن دوسرا ہے انہوں نے خبر احادیث کو ساتھ ہی قبول صحابہ سے قطعی یقینی بتا دیا مگر مسامحہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث الاثمة من قریش کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور اس میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لذات العیش فی طرق حدیث الاثمة من قریش بتایا یہ عدد صحابہ کرام میں یقیناً تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ۔

(۱۱) اس سے قطع نظر کچھ تو اس قدر تو آج کل کی قاصر نگاہوں سے بھی نظر آ رہا ہے کہ وہ بلاشبہ مشہور اور بالغاظ عدیدہ و طرق کثیرہ بہت صحابہ کرام سے ماثور، اور برابر صدر اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل کیلئے مقبول و منظور، پھر اس کے خاص الفاظ کے احاد سے ہونے کا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد موافق و شرح مقاصد و شرح مواقف وغیرہ میں دے چکے کیا انصاف ہے۔

(۱۲) ائمہ نے الاثمة من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع عملی باللام کے افادہ استغراق سے اتمام تقریب فرمادیا اسے الخلافۃ فی قریش سے بدلنا اور القضاء فی الانصار سے نقص کرنا کیا مقصد ہے۔

(۱۳) حدیث صحیح لا ینزال هذا الامر فی قریش ما بقی من الناس

اثبات (خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں - ت) سے استدلال ائمہ کا کیا رہا، کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ :

لا يزال هذا القضاء في الانصار وهذا الاذان ہمیشہ عہدۃ قضا انصار میں اور عہدۃ اذان حبشیوں میں فی الحبشة ما بقى من الناس اثنتان -

رہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔ جب ائمہ فرما چکے کہ صحابہ کرام نے حدیث سے حصر سمجھا اور اُسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چیمگوئیاں نکال کر کیا شان دین ہے۔

(۱۶۱۵) محققین اہلسنت عموماً اور امام ابو بکر باقلانی کی طرف خصوصاً اس نسبت کی جرأت کہ قریشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر دروغ بیزہ ہے اکابر ائمہ و اعظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرما رہے ہیں، ناقلان خلافت صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلافت بتاتے ہیں، مخالفت میں ضرار و کعبی دو گراہوں کے قول نقل کرتے ہیں معاذ اللہ اگر تمام محققین اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلافت ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالفت بتایا جاتا، دو گراہوں کا نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابل ذکر عظمت و الاتقا کہ انھیں چھوڑ کر ان دو کا نام گمایا جاتا۔ شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آب زر سے لکھنے کے ہیں کہ لم یخالف الا الخوارج وبعض المعتزلة اس میں کسی نے خلافت نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے۔ تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققین اہلسنت و امام باقلانی کی طرف اس نسبت باطلہ کی روشن تر تفسیح ہے واللہ الحمد اجلہ اکابر ائمہ اہلسنت ائمہ کلام و اکابر حدیث و اعظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر (جس کے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں اس کا نام زبانوں پر آتا ہے) سرمنڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے اجلہ ائمہ جہادۃ ناقدین کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالفت ہیں برابر اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کہ اہل خلافت کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ اس میں تو محققین اہلسنت و امام سنت مخالف ہیں۔

(۱۶) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے اتنا کسا تھا :

ص ۱۰۵۷	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الاحکام	صحیح بخاری
۱۱۹/۲	" " "	کتاب الامارۃ	صحیح مسلم
ص ۱۱۲	دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان		شرح العقائد النسفیۃ

اشتبه ذلك على كثير من المحققين بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا۔
 فرنگی علی تحریر نے "شبہہ لگنا اڑا دیا" اور "کثیر" کا لفظ گھسا دیا، اسے یوں بنایا کہ محققین عدول کرتے ہیں یعنی
 ان کا عدول ازراہ اشتباہ نہیں بلکہ ازراہ تحقیق ہے اور وہ جو اس شرط پر قائم رہے یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے
 عاری ہیں۔

(۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی علی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ "اہلسنت" بڑھالیا
 یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں نہیں، وہ خدا جانے کن کو محققین کہہ رہا ہے، ائمہ فرما چکے کہ اس میں مخالفت
 خارجی ہیں یا معتزلی، تو انہیں میں سے کسی فرنگی کو محققین کہا اور ظاہرًا معتزلہ کو کہا کہ دربارہ خلافت جو مضمون اُس نے
 نقل کیا وہ ضرار بن عمرو معتزلی ہی کی مخالفت کا موید، نہیں نہیں بلکہ اُس سے بھی کہیں زائد ہے فاشکی الی
 اللہ تعالیٰ۔

(۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اُس کے کلام سے کہیں اعتراض کی بُرائی ہے کہیں نخر یا نہ اسباب
 پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے، اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے، اُن کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے، کہتا ہے،
 اُن کے دلوں میں رافضیوں کے اقوال رچ گئے اور اُن کے مذاہب کو پناہ دین بنانے میں تو غل کیا یہاں تک کہ
 طریقت کا سلسلہ علی تک پہنچایا اور کہا انھوں نے حسن البصری کو خرقہ پہنچایا اور اُن سے اُن کے پیر جنید تک پہنچا
 اس شخصیت علی اور ان کی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں، لہذا رافضیوں کی طرح
 ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جن کے آنے کی کچھ صحت نہیں، اسی طرح اقطاب و ابدال کا ایک تخت منکر ہے
 اُس میں بھی اولیاء کے مقلد و افض ہونے کا مشعر ہے کہ جس طرح رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن
 اور اس کے نیچے فقبا مانے ہیں، یونہی اُن سے سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور میں ایک قطب اور اس کے ماتحت
 ابدال گھڑے ہیں، حالانکہ احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ جن کے بیان
 میں امام جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر اجلہ اقطاب کرام

عہ دور کیوں جائیے اپنے اخ معظم مولوی عبدالحی صاحب کافناوی جلد اول طبع اول ص ۷۲ اور خود اپنا جمع کردہ
 فناوی قیام ص ۳۰۶ ملاحظہ کیجئے۔ علامہ عبدالرحمان حضری معتزلی معروف بہ ابن خلدون ۱۲ عبید الرضا حشمت علی
 رضوی غفرلہ۔

لے تاریخ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامتہ فی حکم ہذا المنصب شروط۔ موسسة الاعلی للطباعة بیروت ۱۹۴/۱

قدست اسرار ہم سب سے اقطاب و ابدال کی حقیقت متواتر ہے یونہی کون سا صاحب سلسلہ ہے جس کا سلسلہ
امیر المؤمنین علیؑ تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذ اللہ دین میں مخترع اور رافضیوں کا متبع بلکہ
سلک روافض میں منسلک ٹھہراتا ہے، فتوحات اسلام کا راز ہر نبی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وحشی ہونا بتایا
ہے، اور یہ کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد پر بھیجے وقت انہیں وحشیت پر اور انجبار دیا
کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے، نیز کہتا ہے صحابہ وحشی ہونے کے سبب کھنا ٹھیک نہ جانتے تھے،
اس لئے قرآن عظیم جا بجا غلط لکھا ہے، اور اولیاء کو جادو گروں کے علم میں رکھنے کے لئے کہا جو کسی کو اپنی کرامت
سے قتل کرے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائے گا جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلہ اکابر محبوبان خدا
کو نام بنام حتیٰ کہ شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ علوی تھے اور یہ کفر انہوں نے روافض اسمعیلیہ سے سیکھا
الی غیر ذلک من ہفواتہ الشنیعة (اس کے علاوہ اس کے بہت سے بُرے ہفوات ہیں۔) اور پھر تشریح
کے لئے یا خود اپنے حال سے نادان قفی کے باعث جا بجا سنیت و اعتقاد اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے جس نے محققین
و شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض نسبت کر دی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت
میں تقلید خوارج نسبت کر دے کیا بعید ہے، ہاں عجب اُن مدعیان سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علمائے اہلسنت
کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لئے ایک ایسے مورخ کا ذکر کیا، کیا آیہ کریمہ بئس للظالمین
بدلا (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔) یہاں وارد نہ ہوگی و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم
غالباً اس نسبت مخترعہ سے بھی اُسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قرشیت کو اجماعی مانتے
ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمہ تاریخی فصل فاطمی میں ان اکابر کرام سے نقل کیا:

قالوا لما کان امر الخلافة لقریش حکما یعنی صوفیہ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کیلئے
شروعاً بالاجماع الذی لایوہنہ انکار من ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو
لم یواول علمہ الخ۔ ناواقف نا شناس کے انکار سے سست نہیں

ہو سکتا الخ

لہذا محققین و امام سنت کا خلاف بتایا کہ ان کی تہذیب ہو۔

(۲۰) نہیں نہیں بلکہ اس کا راز اور ہے خود اسی مجتہد سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا

سہ القرآن الکریم ۵۰/۱۸

سہ مقدمہ ابن خلدون فصل فی امر الفاطمی موسسۃ الاعلیٰ للطبوعات بیروت ۳۲۴/۱

متبع اور اجماع صحابہ کرام کا خارق، اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہے، اس نے اولاً شرط خلافت میں کہا:
اما النسب القرشي فلاجماع الصحابة على قرشيت کی شرط اس لئے ہے کہ صحابہ کرام نے اس
ذلك۔
پر اجماع فرمایا۔

پھر اس اجماع کی منشا و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الائمة من
قریش خلفاء قریشی ہوں۔ اور فرمایا:

لا يزال هذا الامر في هذا الحي من قریش۔ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔

اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں، پھر آہستہ آہستہ رد احادیث و اجماع کی طرف سرکا کہ:
لما ضعف امر قریش وتلاشت عصبيتهم جب قریش میں ضعف آیا اور ان کی محبت جاتی رہی
فاشتبه ذلك على كثير من المحققين حتى تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا یہاں تک کہ
ذهبوا الى نفي اشتراط القرشيت۔ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔

یہاں دونوں پہلو دیکھیے، اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ ان کو غلطی پر جانتا ہے اور انھیں
محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ ان کے زعم کو تحقیق مانتا ہے پھر ان کے دو شبہہ ذکر کئے ایک اُسی حدیث
در بارہ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام اللہ سے گزرے اور اس پر زیادہ کلام ان شاء اللہ تعالیٰ آگے
آتا ہے اس نے جواب خطائی اختیار کیا کہ یہ مبالغہ بطور فرض ہے، دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ
امير المؤمنين فاروق سے مروی ہوا:

لو كان سالم مولی ابی حذیفۃ حیالو لیتہ۔ اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ ہوتے تو
میں ضرور ان کو والی بناتا۔

یا فرمایا: لما دخلتني فید البظنة ان پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی۔

اس کا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے لولیتہ میں انھیں والی کرتا، نہ کہ
استخلفتہ میں انھیں خلیفہ کرتا، والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے جسے خلیفہ مقرر فرمائے
تو اُسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا کہ مذهب الصحابی لیس بمجۃ
یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شان فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہل ادب پر
ظاہر ہے جن کی نسبت خاص حکم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي ابى بكر وعمر لعل
ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابو بکر و عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یہاں تک تو یہی تھا آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے، کہتا ہے،

و ايضا مولى القوم منهم وعصبية الولاة حاصله
لسالم فى قریش وهى الفائدة فى اشتراط النسب
وصراحة النسب غير محتاج اليه اذ الفائدة
فى النسب انما هى العصبية وهى حاصله من
الولاة
یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انھیں
میں سے ہے اور اس رشتہ ولا کے باعث قریش
سالم کی حیثیت کرتے اور یہی قومی حیثیت شرط نسب کا
قائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی
حیثیت کی غرض سے ہے اور حیثیت اپنے آزاد
کئے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔

لله انصاف ! دکھانا تو یہ ہے کہ جو شرط قریشیت نہیں مانتے ان کے شبہہ کا جواب دے رہا ہے اور
جواب وہ دیا جس نے شرط قریشیت کو اکھاڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حیثیت سے کام ہے جس طرح بھی ہو
پھر بھی قریشیت کا کچھ دور الگ رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو اگرچہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد فرمایا نہ وہ ان کے غلام تھے بلکہ ان کی بی بی شیبہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے غلام تھے انھیں نے آزاد کیا اور وہ انصاریہ ہیں نہ کہ قریشیہ۔ ہاں براہ موالات و دوستی مولی ابی حذیفہ
کہلاتے ہیں، ابو حذیفہ نے ان کو متبنی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کر دی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
فتح الباری میں ہے :

كان مولى لامرأة من الانصار فبنى له
ابو حذيفة لما تزوجها فنسب اليه
یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے
جب ابو حذیفہ نے اس بی بی سے نکاح کیا ان کو متبنی
بنایا، جب ابو حذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

لهذا ارشاد الساری میں مولی ابی حذیفہ کی یوں شرح کی :

(مولی) امرأة ابی حذیفہ ابو حذیفہ کے مولی یعنی ان کی زوجہ کے مولی۔

۲۰۷/۲	امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	ابواب المناقب	لے جامع ترمذی
۱۹۲/۱	مؤسستہ الاطی للطبوعات بیروت	فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب شروط	لے مقدمہ ابن خلدون
۱۰۳ و ۱۰۲/۸	مطبعة البابى مصر	مناقب سالم	لے فتح الباری شرح البخاری
۱۳۸/۶	دار الکتاب العربی بیروت	مناقب سالم مولی ابی حذیفہ	لے ارشاد الساری شرح البخاری

غرض یہاں تک بھی دونوں پہنچائے مگر نفی کا پلہ غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز، اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان مگر اہل کی تقلید کی اس کے علاج کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا:

ومن القائلین بنفی اشتراط القرشية القاضي
ابوبکر الباقلائی لما ادرك عصبية قریش من
التلاشی فاسقط شرط القرشية وان كان
موافقا لرأى الخوارج وبقى الجمهور على القول
باشتراطها ولو كان عاجزا عن القيام بامور
المسلمین وورد علیهم سقوط شرط الکفایة
لأنه اذا ذهب الشوكة بذهاب العصبية
فقد ذهب الکفایة واذا وقع الاخلال بشرط
الکفایة تطرق ذلك ایضا الى العلم والدين و
سقط اعتبار شروط هذا المنصب وهو
خلاف الاجماع (مختصا)

اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کروٹیں بدلی ہیں، اول تو امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بے حیثی دیکھ کر شرط قرشیت ساقط کر بیٹھے، یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک مجھی کو شرط قرشیت میں کلام نہیں، اہلسنت کے اتنے بڑے امام اسے استغفادے چکے ہیں، پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وہ خارجیوں کے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت سے کہی، پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے، پھر پہلوئے نفی کو کوٹ لی کہ اُن پر بے اعتباری شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے، یہ جھوٹا الزام صراحتہ خود اس پر تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اس نے ساقط کی تو یوں ہی علم و دین و کفایت بھی ساقط ہو سکیں گی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف چلے گی اور جاہل بے دین عاجز چارہ خلیفہ کر دینا جائز ہو جائے گا اور یہ خلاف اجماع ہے، اس کی پیش بندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر پر افرا جڑ دیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتب عقائد و فقہ و حدیث شاہد ہیں کہ قرشیت و قدرت دونوں شرط ہیں اور اُن کے ساتھ اسلام و حریت و ذکورت و بلوغ بھی نہ یہ کہ صرف قریشی ہونا

بس ہے، یہ چھیلیاں کھیل کر اخیر میں دل کی صاف کھول دی،

اذا بحثنا عن حكمة اشتراط القرشي ومقصد الشارع منه لم يقتصر على التبرك بوصلة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما هو مشهور والمصلحة لم نجد لها الا اعتبارا العصبية و ذلك ان قریشا كان لهم الغزاة بالكثرة والعصبية والشرف فاشتد نسبهم ليكون ابلغ في انتظام العلة كما وقع في ايام الفتوح واستمر بعدها في الدولتين الى ان تلاشت عصبية العرب فاذا ثبت ان اشتراط القرشية انما هو للعصبية والغلب والشارع لا يخص الاحكام بجبل فطر دنا العلة وهي العصبية فاشتدنا في القاسم بامور المسلمين ان يكون من قوم اولي عصبية قوية غالبة ثم ان الوجود شاهد بذلك فانه لا يقوم بامرامة او جيل الامن غلب عليهم وقل ان يكون الامرا الشرعي مخالفا للامر الوجودي (ملخصا)۔

ظاہر کر دیا کہ قریشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے، قریشیت اس لئے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب بے حمیت ہو گئے تو اب ان کی خلافت کیسی بلکہ جس کی لاکھٹی اس کی بھینس، بالجملة نہ فقط شرط قریشیت کی نفی کی بلکہ نفی قریشیت بلکہ نفی عربیت شرط کر دی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہو گئے تو خلافت کے لئے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو، تو یہ تو خیر اور معتزلی سے بھی بہت اونچا اڑا اس نے تو یہی کہا تھا

کہ غیر قریشی اولیٰ ہے اس نے یہ جہانی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لئے ہوگی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہے اس کا حدیث پر ایمان اور یہ ہے اس کا اجماع صحابہ کرام پر ایمان۔ اور سرے سے یہ اشد ساء ظلم قابل تماشا کہ وہ عصیت جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پشت منہ فرمایا جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھو دیا اُسی کو اصل مقصود شارح اور خاص شرط خلافت ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قاتل تحت راية عميتة يغضب لعصبة
 او يدعو الى عصبة او ينصر عصبة فقتل فقتله
 جاهلية، وفي اخوي فليس من امتي۔ رواه
 مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصیت (یعنی
 قومی حیت شیوہ جاہلیت) کے لئے غضب کرے یا
 عصیت کی طرف بلائے یا عصیت کی مدد کرے اور
 مارا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہلیت و زمانہ کفر
 غفلت میں قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں (اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)
 نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

ليس منا من دعا الى عصبية وليس منا من
 قاتل عصبية وليس منا من مات على عصبية۔
 ہمارے گروہ سے نہیں جو عصیت (قومی حیت) کی طرف
 بلائے کہ ہم میں سے نہیں، جو عصیت پر لڑے ہم میں سے نہیں
 جو عصیت پر مرے ہم میں سے نہیں (اسے ابوداؤد نے
 جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)
 تو شارح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبغوض کو شارح کا مقصود بنانا کیسا شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افراسے
 بیباک و اجترائے ناپاک ہے والیاء اللہ تعالیٰ۔ عجب ایک مدعی سنیت ہے کہ صحابہ و ائمہ و خود ارشاد حضور سید عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو پیٹھ دے کر ایک گمراہ مخالفت حدیث و خارق اجماع و محدث فی الدین کا دامن تھامے
 ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۱) تحریر فرمائی محلی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحتہ اجماع صحابہ کرام پر امام باقرؑ کی کو اس کا مخالفت اور خارجی
 مذہب کا موافق لکھتا ہے اُس نے کہا تو کہا ایک مدعی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام رکھتے تشرم چاہتے تھے۔

۱۲۷/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۲۷/۲	۱۲۸/۲	۳۳۲/۲
۱۲۷/۲	۱۲۸/۲	۳۳۲/۲	۱۲۷/۲	۱۲۸/۲
۱۲۷/۲	۱۲۸/۲	۳۳۲/۲	۱۲۷/۲	۱۲۸/۲
۱۲۷/۲	۱۲۸/۲	۳۳۲/۲	۱۲۷/۲	۱۲۸/۲

بعد قرن والعقد الاجماع على اعتبار ذلك اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف قبل ان يقع الاختلاف لے

الحمد لله یہ ارشاد ہے امام ابو بکر باقلانی کا جس نے اُس مورخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ اقرار ثابت کیا اور صحابہ و ائمہ اہلسنت کو چھوڑ کر اس کا دامن تھامنے والوں کا مُز کا لایا، ولله الحمد۔

(۲۳) الحمد لله یہاں سے قرنگی محلی تحریر کی امام قاضی عیاض پر وہ طعنہ زنی بھی باطل ہو گئی کہ ذکر اجماع کی ابتدا ان سے ہوئی امام قاضی عیاض چھٹی صدی میں تھے اور امام اہلسنت قاضی ابو بکر باقلانی چوتھی صدی میں، وہ اجماع نقل فرما رہے ہیں ولله الحمد۔

(۲۴) اس کے بعد تحریر قرنگی محلی میں ہے، حنفیہ کی کتب میں ایسی فضول بات نہیں جیسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الاثمۃ سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام شافعی کے امام فی المذہب ہونے کی تاکید ہو کیونکہ وہ قریشی تھے یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد ہے، نہ کوئی ادنیٰ طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نماز کی امامت بھی قریشی سے خاص علما کو دوسرا امام نہیں ہو سکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ دوسرا عالم غیر قریشی جب دین و علم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر بوجہ قرشیت ان کو ترجیح ہے دیکھو فتح الباری کہ:

الاستدلال على تقديم الشافعي على من سواه في العلم والدين من غير قریش لان الشافعي قرشي لے امام شافعی کے برابر علم اور دین والے غیر قرشی پر امام شافعی کے مقدم ہونے پر یہ استدلال ہے کیونکہ امام شافعی قرشی تھے (ت)

(۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اُس فضول بات کا یہاں ذکر اُس سے بدتر فضول جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافت قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتب حنفیہ اُس سے پاک ہیں۔

(۲۶) پھر کہا پھر بھی محققین شافعیہ اس کو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے، یہ پھر بھی ایسی قصہ تبلیہ کی تائید ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسی کو اختیاری کہا ہے پھر اس میں شافعیہ کی تخصیص ایک تبلیہ اور ان میں بھی محققین کی قید دوسرا کیہ اور لفظ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کیہ عظیم ہے، اختیاری کے معنی مجھے جائینگے

کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں قرشیت کا اعتبار کریں یا نہیں، یہ شافعیہ خواہ اُن کے محققین جس پر کہو صریح اقرار کا ذب ہے اور خود عقل و فہم سے بیگانہ و مجانب شرط وہ جس کے فوٹ مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جس پر کچھ توقف نہ ہو، اصل بات جس کی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہا یہ ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اہل حل و عقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تسلط بلا منازعت ہو جانا اُس کی شرط نہیں، نہ منازع سے قتال و جدال اس کے منافی، جیسے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوم یہ کہ جس کی امامت اس طرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کے لئے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلافت شرعیہ انھیں دو وجہ پر ہوتی ہے اور ہر ایک پسند و اختیار سے ہے پہلی میں اختیار و انتخاب اہل حل و عقد ہے اور دوسری میں اختیار و ارتضائے خلیفہ سابق۔ ان دونوں میں قرشیت و غیرہ شرائط یقیناً ہیں نہ اہل حل و عقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کرے، تو خلافت شرعیہ اختیار ہے کہ اختیار و پسند سے ناشی ہوتی ہے اور اُس میں قرشیت و غیرہ شرائط ضروریہ لازم و ضروری ہیں نہ کہ اختیاری اگر ترک کی جائیں گی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی، وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت و سطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بن جائے اگرچہ لوگ اس کے قہر و غلبہ کے سبب اُس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں، یہ صورت بے اختیاری و مجبوری ہے اس میں مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کے اختیار سے ہے نہ اُسے معزول کرنا اُن کے قابو میں، یہاں اقامتِ حجہ و اعیاد و تزویج صغار و ولایت مال و تولیت قضا و غیر ذلک امور مفوضہ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کے سب کام نافذ ہوں گے امر جائز شرعی میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو عیسیٰ غلام ہو کہ اثرِ فتنہ جائزہ نہیں، یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب مانتے ہیں اور اسے استغنائے شرط قرشیت سے علاقہ نہیں بہر اوجوب اطاعت اور، اور اُس کا خلیفہ شرعی ہو جانا اور، اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ متغلب ہوگا، ان کے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکا دیا ہے عبارتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور ان میں اپنی طرف سے پتھر لگا لیتا ہے کہ اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے، یہ محض باطل ہے، اور اسی میں بحث ہے نہ کہ اطاعت میں، خود انھیں محققین شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ۔ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اُسی میں ہے:

هذا كله انما هو فيما يكون بطريق الاختيار
واما لو تغلب عبدا بطريق الشوكة
يعني یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور اختیار
امامت دی جائے اور کوئی غلام اپنی شوکت سے

فان طاعته تجب اخفاء الفتنة عالم يا مصر
بمعصية له

دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار و پسند سے ہونے کے شرط قرشیت کو اختیاری کہ چاہے رکھو یا نہ رکھو
غیر قرشی کو تغلب ہی کہا۔ شرح مقاصد میں ہے،

و بالجملۃ مبني ما ذكر في باب الامامة
على الاختيار والاقدار واما عند العجز
والاضطرار واستيلاء الظلمة والاشتراف قد
صارت الرياسة الدينية تعلبية وبنيت
عليها الاحكام الدينية المنوطة بالامام
ضروقة ولم يعا بعد العلم والعدالة
وسائر الشرائط والضرورات تبیح
المحظورات والى الله المشتكى في الثابتات.
آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ محققین کیا فرما رہے ہیں اور کیونکر اسے تغلب اور دیوبند ریاست بتا رہے ہیں مگر
دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے۔

تنبیہ: یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنہیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارت شامی سے
دھوکا نہ دے،

يصير اماما بالبيعة وباستخلاف امام
قبله وبالتغلب والقهر
آگے مسایرہ سے ہے،

لوتعد وجود العلم والعدالة فيمن
تصدى للامامة وكانت في صوفه
امامت پر تسلط جمانے والے میں اگر علم اور عدالت کا وجود
متقدر ہو جائے اور اس کو امامت سے ہٹانا ناقابل برداشت

۲۴۰/۱۶	مصطفیٰ البابی مصر	باب السمع والطاعة للامام الخ	لے فتح اباری
۲۶۴-۷۸/۲	دار المعارف النجاشیہ لاہور	الفصل الرابع المبحث الثاني	لے شرح المقاصد
۳۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب البغاة	لے رد المحتار

عنها اثاراً فتنه لا تطاق حکماً بالنعقاد امامتہ کی لاکھوں کمین بدنی قصوادیہدم مصراً۔
 فتنہ کھڑا کرنا قرار پائے تو ہم اس کی امامت کے انعقاد کا حکم دیں گے تاکہ وہ صورت نہ بنے جو شخص ایک مکان بنائے اور پورے شہر سمار کرے (ت)

کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بن جائے اور اس کے جد کرنے میں ناقابل برداشت فتنہ ہوا، اسے امام مانا، اس کی امامت کو منعقد جانا، اور یہی خلافت شرعیہ ہے، حاشا یہ محض دھوکا ہے صاف تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز بلا فصل اس عبارت کے بعد ہے،
 واذا تغلب آخر علی المتغلب وقعد مکانہ اس متغلب پر دوسرا تغلب کر کے اس کی جگہ بیٹھ جائے انزل الاول وصار الثاني اماماً۔
 تو پہلا معزول اور اب یہ دوسرا متغلب امام بن جائے گا۔

یہیں اس کے ایک سطر بعد ہے،
 لكن الثالث في الامام المتغلب۔ لیکن تیسرا غلبہ پانے والے امام ہیں۔ (ت)
 نیز با آنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ،
 قد يكون بالتغلب وهو الواقع في سلاطين الزمان نصرهم الرحمن۔
 دیکھو با آنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہ کے باعث تصریح فرمادی کہ با وصف بیعت میں متغلب، رحمن عزوجل انھیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللهم آمین۔
 بلکہ یہاں لفظ امامت کا اطلاق عرف فقہاء میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان موادعت وصلح) لا جرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیح جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ ناسبہ باطلہ نہ کہ بمعنی خلافت شرعیہ، اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الاثمۃ من قریش میں اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں، والی شہر و سردار حجاج کو

۳۱۰/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب البغاة	لے رد المحتار
"	"	"	۵۲
"	"	"	۵۳
"	"	"	۵۴

بھی کہتے ہیں مگر الاثمۃ من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد۔

تفسیر: امامت متغلب صحت خلافت بالاسطیق حکم اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارت فتنہ یا ضرر و تاؤی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، حجت ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس روہنتے اور اُسے اپنا رہنما بناتے ہیں،

وقدامروان یکفروا بہ و بید الشیطن ان اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس پر چاہتا ہے یضلہم ضللاً بعیداً۔ کہ انہیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روز قیامت انہیں کے گروہ میں مشغور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا،
وقالتوا اثمۃ الکفر (کفر کے اماموں سے لڑو) اور فرمایا، وجعلنہم اثمۃ یدعون الی النار (ہم نے انہیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں) وقال اللہ تعالیٰ یوم ندعو کل اناس با ما صہم (اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یعنی جس کو انہوں نے امر دین میں رہنما بنایا اور اس کے پس روہنے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اوقی کتبہ بیہیئہ (جن کا نام اعمال دہنے یا تھم میں دیا گیا) اور من کان فی ہذہ اعمیٰ

یہاں راہ حق سے اندھے تھے) فسأل اللہ العفو والعافیۃ (اللہ سے عفو و عافیت مانگے)

(۲۷) پھر تحریر فرمائی محلی میں ہے: ”اور حنفیہ کی کتب سے تو استجابی ہونا اور باب عقل پر پوشیدہ نہیں“ یہ حنفیہ اور ان کی کتب پر سخت افراستے فطیع ہے، اس قدر عبارات کہ یہاں گزریں انہیں میں عقائد امام مفتی ابن والانس نجم الملتہ والدین عمر نسفی، اتحاد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی، مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملتہ والدین، تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا، شرح مواقف علامہ سید شریف، منہج الروض علی قاری، طریقہ محمدیہ امام برکوی، حدیقہ ندیہ سیدی عارف بامد عبد الغنی نابلسی، مرقاة شرح مشکوٰۃ قاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی، شرح مشکوٰۃ سید جرجانی، اشعۃ المبعات شیخ محقق عبدالحی محمد ث دہلوی، فتاویٰ سر اجیہ علامہ سراج الدین، اشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم، فتح اللہ الملعین سید ازہری، غز العیون علامہ سید حموی، درمختار مدق علانی حصکفی، حاشیہ علامہ سید احمد طحاوی، رد المحتار علامہ سید ابن عابدین شامی

۱۔ القرآن الکریم ۲۸/۳۱

۲۔ ” ” ” ” ۱۴/۴۱

۳۔ القرآن الکریم ۴/۶۰

۴۔ ” ” ” ” ۱۴/۴۱

۵۔ ” ” ” ” ۱۴/۴۲

تمہید امام ابوالشکور سالمی، مجمع البحار علامہ طاہر فتنی، شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تین عبارتوں سے زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص نص شریف گزرا، کیا اب بھی تحریر قرنی محلی کے کذب و اغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا۔

(۲۸) پھر کہا لفظ ینبغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے، عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے،
ان یكون الامام ظاهراً لا مختفياً ولا منقطعاً امام کا ظاہر غیر مخفی اور غیر منقطع ہونا ضروری ہے اور
ویكون من قریش ولا یجوز من غیرہم قریش میں سے ہونا بھی ضروری ہے خلیفہ غیر قرشی
سے جائز نہیں (ت)

قطع نظر اس سے کہ اگر لفظ ینبغی اصلاً محتمل وجوب نہ ہوتا معنی استحباب میں مفسر ہوتا جب بھی یہاں حرج نہ تھا، سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ
یكون یكون پر معطوف نہیں بلکہ ینبغی پر یہاں تو نفس عبارت میں امام صاف فرما رہے ہیں، لایجوز
من غیرہم غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں، پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھلانا ہے
افسوس کہ اتنے فاصلہ سے لفظ ینبغی دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا لایجوز من غیرہم قطع
نہ آیا۔

(۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر قرنی محلی نے عبارت شرح مواقف پر ڈھایا کہ اس میں لکھ دیا ہے،
للامۃ ان ینصبوا فاقدھما امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شرطیں نہ ہوں اسے خلیفہ کر دے، انا للہ
وانا الیہ راجعون۔ انھوں نے ابتداءً تین مختلف فیہ شرطیں بیان کیں، اصول و فروع میں مجتہد ہونا، امور جنگ
میں ذی رائے ہونا، شجاع ہونا، ان کی نسبت فرمایا کہ جن میں یہ شرطیں نہ ہوں امت انھیں بھی خلیفہ کر سکتی ہے
اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور اسے فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور اہلسنت کا مذہب ہے اس میں مخالف خارجی
معتزلی ہیں۔ ان اختلافی شرائط پر جو اوپر کہا تھا اسے یہاں لگا لینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغوائے عوام ہے
اس کی نظیر یہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم و ثوب و مکان کی طہارت ہے، یہ شرطیں
بعض اوقات ساقط بھی ہو جاتی ہیں اور اس کی شرط قطعی یقینی نجاست حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو و غسل یا
تیمم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی قرنی محلی صاحب فتویٰ دیں کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی

نماز صحیح ہو جاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہو جاتی ہیں، عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگایا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

مسلمانو! دیکھا دین و سنت و مذہب و ملت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیر و ان شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مگر ہے یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے ورنہ وہاں بعدی الباطل و ما یعدیہ اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کرے۔ (ت) محققین اہلسنت پرافتراء، امام سنت علیہ الرحمۃ پرافتراء، شافعیہ پرافتراء، حنفیہ پرافتراء و اصحاب سے عناد، تحریف سے استہداد، ائمہ کی تکذیب، اہلسنت کی تخریب، اجماع صحابہ سے برکنار، اجماع امت سے برسرِ پیکار، اور پھر یہ سب کس نے محض بلا وجہ محض بیکار، جس کا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سنئے گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(۳۰) یہ سب کچھ کہہ کر خاتمہ اس پر کیا کہ "باوجود بیوث طلب ہونے کے میں نے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہیں کیا" سبحان اللہ دروغ گوئی برزگئے من، اس پر اجماع ثابت نہیں، حدیث سے دلیل نہیں، محققین اہلسنت کو نامقبول، امام سنت کو یکسر اس سے عدول، محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری، مکتب حنفیہ سے محض استہجانی۔ اور کیا انکار شریعت کے سر پر سنگ ہوتے ہیں۔

(۳۱) الحمد للہ کہ آپ کو شرط قرشیت سے انکار نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور بدایت معلوم کہ ہمارے ترک بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترک ایۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ المسلمین نہیں خلافت کمیٹی تو فنا کی گود میں لیٹی، مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع نہ نص نہ مذہب حنفیہ نہ مقبول اہلسنت، پھر زبردستی اسے مان کر خلافت ترک فنا کر کے آپ ترک کے غیر خواہ ہوئے یا پکے بد خواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کہ بھر گئے ہیں کہ اتنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں، اسے جناب! آپ کے بڑے لیڈر مسٹر آزاد تو دہلی میں ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف کہ چکے ہیں کہ "اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرۃ اسلام سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔" دوسرے ہدایتی خطبہ صدر خلافت کانفرنس

علیٰ اخبارِ مدینہ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۹۔ عبید الرحمن حشمت علی۔
علیٰ یعنی مسئلہ رعبہ الماحد کا خطبہ ۱۲ حشمت علی رضوی۔

منعقدہ ستمبر سہ ماہی میں ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اُسے کافر کہنے میں کسی قسم کا پس و پیش نہ ہوگا۔ اب دیکھئے یہ آزاد والی تکفیر یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند بناتی ہے یا آپ آزاد لائے مستثنیات عامہ میں ہیں، وہ قافون صرف کالے لوگوں کے لئے ہے۔

(۳۲) پھر کہا ”بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت جبریت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے، وجوہاً یا اولیہ، اول مذہب روافض سے بھی بڑھ کر ہے وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار کریں آپ نے جبریت شرط کر کے مولا علی کی خلافت رد کر دی اور بر تقدیر دوم اسے مبحث سے کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتبہ اولویت میں ہے تو یہ کبھی معتزلی کا مذہب ہوا اور اس کا رد جو ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں نے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہ کیا یا قرشیت واجب ہے تو اپنی پارٹی سے اپنا علم پوچھئے، وہ دیکھئے مسٹر آزاد بدایونی کفر کا فتویٰ لٹکا چکے، بہر حال اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا۔

(۳۳) پھر کہا یہاں خلافت فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفہ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ ہے بے قرشیت خلیفہ کہا اور خلافت فی القریش کی بحث نہ آئی، کچھ بھی سمجھ کر فرمائی۔

(۳۴) بغاوت خلافت اگر خاکی اصطلاح میں تو ان سے کام نہیں اور اگر معانی شرعیہ مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکیں گے جو انھوں نے صد ہا سال سے سلاطین کی نسبت لکھا، وہ جو فصول عمادی و درمنقی شرح ملتقی و تہذیب قلنسی و جامع الفضولین و طحاوی علی الدر المختار وغیرہ میں ہے:

هذا کان فی زمانہم واما فی زماننا فالحکم للعلیہ لان الکل یطلبون الدنیا فلا یدری العادل من الباغی

یعنی یہ امتیاز کہ فلاں عادل ہے اور دوسرا باغی زمانہ سابق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لئے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی کا امتیاز نہیں۔

(۳۵) آغاز میں کہا ”اہل سنت، مسلم متغلب یعنی فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں۔“ امامت سے اگر خلافت مراد ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود ہو تو یہ ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب، تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی خواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماع صحابہ و ائمت

علیہ دیکھو اخبار ہجری ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

لے الدر المنسقی بحوالہ فصول العمادی علی ہامش مجمع الانہر باب البغاة وارجاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۹

اکھیرا جائے مذہب اہلسنت و جماعت اُدھیرا جائے، سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اُمت بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہراً اس شیعہ مسلّمین و رد اجماع صحابہ و ائمہ دین و مخالفت مذہب اہلسنت و جماعت و موافقت خوارج و غیر ہم اہل ضلالت میں تین فائدے سوچے،

اولاً درپردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث و باریہ و دیوبندیہ سے یارا نہ موافقت، و باری و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں لہذا دل میں ان کے بچے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن، اس لئے اُن کی حمایت اُس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیاً اپنے محسودین اہلسنت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ، خالی چٹخ پکار کا نام حمایت رکھا ہے، اہل محفل و دین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہب اہلسنت ہرشی سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں، اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انھیں مسلمانوں سے سہمردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیہ و و بابیت کے بچے جھیں۔

ثالثاً ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹی ہے اصل مقصود بغلامی ہنود سوراہ کی چکھی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے بھاری بھر کم خلافت کا نام لو عوام بیچریں چندہ خوب ملے اور گنگا و جہنا کی مقدس زمینیں آباد کرنے کا کام چلے

اے پس رو مشرکان بز مزم نرسی
کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگا و جہن مست
(اے مشرکوں کے پیروکار! تو ز مزم سے نہیں پہنچ سکتا
جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ گنگا و جہنا کو جاتا ہے نہ)

فَسأل الله العفو والعافية۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور میں مخالفت انھیں کیونکر گوارا ہوتی، انھوں نے خود خلافت شریعہ کا دعویٰ نہ فرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس لحاظ مذہب کی برکت نے انھیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین، کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب و اجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ چکلتا

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّا لَا يُبْضَاهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُصْطَفٰہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمِہٖ الْاَکَامِرِہٖ الْہِدَاہِ۔

5
5

فصل سوم

رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کی تبلیغات کی خدنگزاری

یہ ۳۵ رقم کا خطبہ صدارت قرنگی محل کی ۵ اسطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے، اب بعونہ تعالیٰ چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں و بواللہ التوفیق۔ اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ بعضہم من بعض یہاں کلام چند بحث پر ہے۔

بحث اول: مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳۶) مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا ہے، یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبع اور نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے،

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ یٰٰوٰھٰی اٰنْ كُنْتَ اَنْتَ وَآلُكَ وَبَنُو اُمِّیْكَ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُونَ كَذٰلِكَ یَقُولُ الْكَافِرُ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ بِالْیَوْمِ الْآخِرِ یٰٰوٰھٰی اِنْ كُنْتَ اَنْتَ وَآلُكَ وَبَنُو اُمِّیْكَ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُونَ

یونہی ان کے انکوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل تشابھت قلوبہم لے ایک سے ہیں۔

خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جس کا اہلسنت نے رد کیا، مقاصد میں ہے،

یَشْتَرُوْهُ كَوْنَهُ قُرَشِیًّا وَخَالَفَتْ الْخَوَارِجُ لَا نَسَبَ لَآلِیِّہٖ بِالنَّسَبِ فِیْ مَصَالِحِ الْمُلُوكِ وَالْدِّیْنَ وَرَدِّ بَانَ لَشَرَفِ الْاَنْسَابِ اِثْرًا فِیْ جَمِیْعِ الْاَمْثَلِ وَبَذَلَ الطَّاعَةَ وَلَا اَشْرَفَ مِنْ قُرَشِیِّ سِیْمَا وَقَدْ ظَهَرَ مِنْهُمْ خَیْرُ الْاَنْبِیَآءِ (ملخصاً)

امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت و دین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں، اہلسنت نے اس کا رد کیا کہ ضرور شرف نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں، اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں میں سے ظہور فرمایا۔ (ملخصاً)

لہ القرآن الکریم ۱۱۸/۲

لہ مقاصد مع شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲۷۷/۲

شرح مقاصد میں ہے،

ولهذا اشاع في الاعصار ان يكون الملك
في قبيلة مخصوصة حتى يرى الانتقال
عنه من الخطوب العظيمة والاتفاقات العجيبة
ولا يبق بذلك من قریش الذين هم اشرف
الناس سيما وقد اقتصر عليهم ختم الرسالة و
انتشرت منهم الشريعة الباقية الى يوم
القيامة ۛ

اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا
کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یہاں تک کہ اس
سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقال سلطنت کو سخت
کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے
زائد اس کا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ
شریف ہیں خصوصاً اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور
انھیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہے گی۔

کتاب مبارک ارادة الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو، کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلت
نسب کا اعتبار فرمایا ہے، اور نکاح میں شرعاً اعتبار کفایت سے تو عالم بننے والے جہاں بھی ناواقف نہ ہونگے
جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں، اور اس میں خود احادیث وارد، آیات و احادیث اس سے منع
فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقویٰ و فضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخر اچھولے۔

(۳۷) مسٹر نے احادیث الاثمة من قریش ولا يزال هذا الامر في قریش ۛ (ائمہ قریش میں سے ہیں
یہ خلافت قریش میں رہے گی۔ ت) سے تو یوں جان بچانی کہ یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلت نسب
کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہے جس کا رد یعونہ تعالیٰ ابھی آتا ہے مگر اس حدیث حلیل کا کیا علاج کریں گے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

قد مو قریشا ولا تقدموہ ۛ قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المؤمنین مولیٰ علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابو نعیم و
دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبد اللہ بن حنطب نیز عبد اللہ بن سائب رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کی نیز مرسل ابوبکر بن سلیمان بن ابی حاتمہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی
یہ تو صریح امر وہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسا صریح حکم

ۛ شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثاني دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷
ۛ صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۵۷
صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/۱۱۹

ۛ کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹ و ۳۳۷۹۰ و ۳۳۷۹۱ بحوالہ بزار و ابن عدی و طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۲

فرما رہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔ اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مسافر عالم کی طرف بلاتا ہوئیں (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک، ملک نہیں اپنے ہی وطن، وطن نہیں خاص اپنے قبیلہ، قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کے لئے مخصوص کر دے، ساری دنیا سے کے تھارے بتائے ہوئے حتیٰ جھوٹے ہیں سچا حتیٰ صرف عمل و اہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لئے یہ کر جائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان۔ اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھاڑ ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلیٰ تقدیمات سے ہے۔

(۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ ان کے لئے لزوماً کوئی خاص مقام صر شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے گی وہ پھول بن کر ہی اُگے گی۔ ت)

(۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیوں کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے۔

(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و اہلسنت پر افراسے کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لئے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو، قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالا جماع ہے، یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہاں میں سب سادات عظام سب قریشی کرام بالائقی نااہل ہو جائیں و سوسہ اہلیس ہے ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے جگر پارے نااہل بل بالائقی رہ جائیں صرف ایران غیر اہلیت کا پھندا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرما چکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی بھی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعاً قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اس کا اہل ضرور رہے گا و لہذا بعض فقہائے شافعیہ و غیر ہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرض ہے واقعہ کبھی نہ ہوگی۔ شرح بخاری للمذاہم میں ہے،

قالوا انما فرض الفقهاء ذلك على
عادتہم في ذكر ما يمكن ان
يقع عقلا وان كانت لا يقع
یعنی علمائے نے فرمایا ان فقہاء نے یہ صورت اپنی اس
عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں
جو صرف امکان عقلی رکھتی عادت یا شرعاً کبھی

خصوصاً حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اس کے خلاف کا اوجہ اجل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: میں کہتا ہوں اس قول کے قائل کو جس چیز نے اس پر آمادہ کیا وہ یہ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی کو خالص خبر سمجھا اور سچے نبی کی خبر خلاف واقع نہیں ہوتی لیکن جس نے اس حدیث کو امر (حکم) قرار دیا وہ اس تاویل کا محتاج نہیں ہے اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا، اقول اس کی حاجت کیوں نہیں جانتا ہے کیونکہ اگر شرعاً اور عادیۃ کسی وقت قریش کا خلافت کے لئے نااہل ہونا صحیح ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض باطل لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ ”کبھی بھی خلافت غیر قریش کو نہ دی جائے“ تو خلافت اس نااہلیت کے زمانہ میں نااہل کو خلیفہ بنانے کا حکم ہوگا جو کہ محال ہے، پھر معلوم نہیں یہ کیا تاویل اور کیا ظاہر سے پھرنا ہوا، حالانکہ یہ تو صرف منطوق حدیث سے ایک مفاد کا استنباط ہے، فافہم ۱۲ منہ، (ت)

عن قال الحافظ قلت والذي حمل قائل هذا القول عليه انه فهم منه (اي من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يزال هذا الامر في قریش) الخبر المحض وخبر الصادق لا يتخلف، واما من حمل على الامر فلا يحتاج الى هذا التاويل اه وكبت عليه اقول بل لا يحتاج اليه فانه لو صح شرعاً وعادیۃ ان تكون القریش في شيء من الامم مئة ساقطين عن اهلية الخلافة كما نزعهم بعض مبطلی نہ ماننا و قد امر صلى الله تعالى عليه وسلم ان لا تجعل الخلافة ابدا الا في قریش فيكون ذلك في ذلك الزمان امرا باستخلاف غير الاهد وهو محال ثم لا ادعى اى تاويل فيه و اى صرف عن الظاهر انما هو استنباط امر يفيد منطوق الحديث فافهم ۱۲ منہ۔

(۴۱) مسٹر نے کہا "خیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہوتی لیکن ہم باور کر لیتے اگر قرآن و سنت نے واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقول کا اور اک۔ استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں یہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں۔"

الحمد للہ، یہاں تو کچھ اسلامی جائے میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جدا ہیں، ہم نصوص متواترہ و اجماع صحابہ اجماع امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل ان سکتے؟ جس کو خود کہہ رہے ہو یہ تمہارا زرا عقلی قیاسی ڈھکوسلا ہے واپس لیجئے اور اجماع امت ارشادات حضرت رسالت علیہ الفضل الصلوٰۃ والحمیۃ پر ایمان لائیے۔

بحث دوم: رد احادیث نبوی میں مسٹر کی بے سود کوشش

(۴۲) بزور زبان بڑا زور اس پر دیا ہے خدا کہ خلافت قریش کی نسبت جس قدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہوں گے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں۔ شرح عقائد نسفی وقواعد العقائد امام حجت الاسلام و اتحاف سید زبیدی و مسامرہ شرح مسایرہ و تعلیقات علامہ قاسم و طوابع الانوار علامہ ربیعادی و موافقت علامہ قاضی عصفی و شرح مواقف علامہ سید شریف و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاۃ قاری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدۃ القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و شرح مشکوٰۃ علامہ سید شریف و امام اجل ابوبکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محقق و غرر العیون سید حموی و حاشیۃ الدرر السید الطحاوی و للسید ابن عابدین و کواکب کرمانی و مجمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہ کی عبارات کثیرہ کہ ابھی گزریں اس مجملہ کے رد کو بس ہیں، مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کو ام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمھیں راہ حق کی ہدایت کروں گا، جس کا بیان بعونہ تعالیٰ بحث اخیر میں آتا ہے مگر الحمد للہ مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں ہوں گے کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخرانیوں انگوں شطیحات کی بہکی ترنگوں کو باد شتر سے زیادہ نہیں جانتے۔

(۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین لایزال هذا لامر فی قریش پر ہے اس میں لفظ وہ لئے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے مابقی منہم اشنان۔ اور کہہ دیا ص ۶۳ "اس سے ہمارے بیان کی مزید لے صحیح بخاری کتاب الاحکام ۱۰۵۷/۲ لے صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۱۱۹/۲

تصدیق ہوگئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انھیں کے قبضہ میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے نکل گئی پس ضرور ہے کہ مابقی منہم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جائے اور وہ یہی ہے کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہوں گے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر جب دو بھی اہل نہ رہیں تو مشیت الہی قانون انتخاب اہل کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرما دے گی اور قریش خلافت سے محروم ہو جائیں گے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معا صفحہ الٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی وغیر قرشی خلافت کا دور شروع ہو گیا۔

اور کمال جسارت و بیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا صلت: "عہد طریق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کئے ہیں لیکن کسی طریقی سے بھی کوئی ایسا لفظ مردی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشین گوئی نہ تھا تشریح و امر تھا۔"

الحی تشوخی چشتی ہو تو اتنی تو ہو،

اولاً مسلم نے یہ حدیث خود انھیں استاذ بخاری احمد بن عبد اللہ یونس سے جس نے بخاری سے سنی یوں روایت کی:

لا يزال هذا الامر في قریش ما بقى من الناس اثنان۔
ہمیشہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں۔

اسی طرح اسماعیلی نے مستخرج میں روایت کی: ما بقى في الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔

یہ روایتیں روایت بخاری کی تفسیر ہیں کہ منہم سے مراد من الناس ہے، لاجرم مرقاة علی قاری میں اس کی یہی تفسیر کر دی (منہم، ای من الناس) اثنان جب تک ان میں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں، ولہذا امام اجل ابو زکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتیں ذکر کیں پھر فرمایا:

وفي رواية البخاری ما بقى منہم اثنان هذه الاحادیث و اشباہا دلیل ظاہر ان الخلافۃ مختصہ بقریش لا يجوز عقدہا لاحد من غیرہم۔
بخاری کی روایت میں ہے جب تک ان میں سے دو آدمی باقی رہیں یہ اور ان کی مثل حدیثیں صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کے لئے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰/۳۳۴	مکتبہ حبیبیہ کوٹہ	باب مناقب قریش	لے مرقاة شرح مشکوٰۃ
۲/۱۱۹	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الامارۃ	لے شرح صحیح مسلم صحیح مسلم

حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری میں لکھا، امام عینی و امام ابن حجر نے شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ،

ای لا تتعقد الامامة الكبرى الا قرشي مہما یعنی مراد حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لئے امامت کبریٰ ہو ہی نہیں سکتی۔

و جد احد منهم لہ دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا جو روایت مسلم میں تھا۔
ثانیاً اگر تفسیر مانو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ ارجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمہاری سند کہ منہم ہے ثابت نہ رہے گی۔

ثالثاً کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چتر ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور، وہ من کا ترجمہ سے اور الٰہی کا ترجمہ تک کر لینے سے نہیں آتا اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو ائشان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام قرطبی و امام عینی و امام قسطلانی کے لفظ سن چکے اس کی تاویل آپ حسب عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافے کر لیتے ہیں حدیث میں یہ پھر بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریشی خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی، کیا خلیفہ ایک وقت میں دو بھی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہاں آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار، ایک حاکم ایک محکوم، اب تو آپ نے جانا کہ منہم کی ضمیر قریش کی طرف پھر نا کیسی سخت جہالت تھا۔

رابعاً جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر نہیں ہو سکتے کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث "عالمی من الناس ائشان" ہیں اب کہاں گئی وہ آپ کی بالا خوانی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں، اب دیکھیں اسے کیسے پیش گوئی بناتے ہو، حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ "جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت قریش کے لئے ہے" اسے خبر بمعنی مزعوم مسٹر وہی ٹھہرائے گا جو اللہ و رسول کو جھٹلائے گا، اور اگر اپنی پچر لیجے تو معنی یہ ہوں گے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے خلافت صد ہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی و تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت دیں گے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے یا بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں دو شخص بھی قابل حکمرانی نہ رہے۔

۲۳۵/۱۹	مصطفیٰ البانی مصر	باب الامراء من قریش	فتح الباری شرح البخاری
۱۱۹/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الناس تبع لقریش	کتب الامارۃ

خامساً آپ کے نزدیک چار سو سولہ برس سے خلافت شریعہ ترکوں میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نا اہل خلیفہ نہیں ہو سکتا معنہ قریش سے نکالی تو ان کی نا اہلی کے باعث، اور پھر دی جاتی نا اہلوں کو، یہ کون سا قانون اصل ہے، اور جب وہ اہل تھے اور ہیں تو واجب کہ چار سو سولہ برس سے روئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابل حکمرانی نہ ہو، ورنہ دنیا میں دو شخص اہل حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نہ جاتی، اب اس بدیہی البطلان بات کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چار سو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی متنفس قابل حکمرانی پیدا نہ ہوا، کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہ تمام ملک خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صد ہا سال ان کی حکومتیں چلیں کیسے، سلطان کافر کش دین پرور اور نگ زیب محی الملک والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی "انار اللہ تعالیٰ برہانہ اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غفلت رکھتے نا اہل تھے تو اگر تو نا لائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحاد مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیش گوئی بنا کر نکذیب حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں۔

سادساً آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ دو قریش بھی حکمرانی کے اہل نہ رہے، کون سی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام روئے زمین پر کوئی دو قریشی دو ہاشمی دو سید ابن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا ہی نہ ہوئے، فضل الہی قوم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خاندان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صد ہا سال سے اٹھایا گیا اور این و آن کو بٹاتا ہے اور بٹا کیا، کیا آپ کے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر ہے، جس نے حکمرانی نہ پائی نا اہل نکھا؟ جس نے پائی اہل تھا؟ تو ضرور آپ پلیدیہ مرید نبیث عنید نجس نزدیک لائق بتائیں گے اور حضرت امام عرش مقام علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذاً اللہ معاذاً اللہ نالائق ٹھہرائیں گے، اور جب یہ معیار نہیں بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپ نے سات سو چار سو برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی جانچ کر لی ہے کہ نا لائق تھے، چار سو برس چھوڑیے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے دیجئے صرف بنی ہاشم، سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجئے کہ جہان بھر میں اُس سال یہ یہ سید تھے، نام گنا بھی نہ سہی فقط کسی سال کے تمام سادات کی مردم شماری بتا دیجئے، جب اس قدر پر قادر نہیں تو سات سو چار سو برس کے تمام عالم کے تمام قریشیوں کی جانچ آپ نے ضرور کرنی اور معلوم کر لیا کہ سب

عس یہ بھی جانے دو وہی منہم والی روایت اور قریش کی طرف ضمیر اور وہی اپنے کچر کو زبان کے آگے بارہ ہل چلتے ہیں ادعا آسان ہے ثبوت دیتے دام کھتے ہیں "ہا تو ابوہانکم ان کنتم صلیقین" اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو ۱۲ حشمت علی رضوی غفرلہ۔

نالائق تھے اور اب تک سب نالائق ہیں، افسوس آپ کا مبلغ علم یہی تاریخی کہانیاں تھاؤں پر بھی ایسا جیسا افراتوڑا تاریخی ہزارے تکئی ہوں ایسا پورے نئے کاہنیاں بجتے انھیں بھی مار آئے گی۔

سابعاً فصل اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر یعنی امر ہے اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی ائمہ آپ کی شانِ انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیش گوئی میں منحصر ہے جو محض خلاف واقع ہو، اور اپنی طرف سے پھر لگانے کی ضرورت پڑے کیوں نہ کہ جس طرح امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریحی ہے جو عین منصب شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور اصلاً محتاج تاویل نہیں یعنی خلافت شرعیہ ہمیشہ قریش میں ہی رہی اُن کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی، یہ خلافت کے لئے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرارِ خلافت سے جسے خلافت واقعات کہتے، مثلاً کلاب کا بھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہے اس کے یہ معنی کہ پھول جب کھلے گا بہار ہی میں کھلے گا نہ یہ کہ کلاب سدا کلاب ہے اور بہار بارہ مینے۔

ثامناً اقول بلا فصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ هذا الامر سے مراد استحقاقِ خلافت ہو اور وہ بلاشبہ قریش میں مستمر اور انھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاقِ خلافت قریش ہی کو ہے ان کا غیر نہ ہو گا مگر متغلب۔

(۵۱) مسٹر نے یونہی دوسری حدیث الامۃ من قریش سے تشریح اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں ص ۶۳: صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش میں امارت و امراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہئے۔ سبحان اللہ! نہ ہے مسٹری و لیدری و ایڈٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث ترجمہ باب کرتے ہیں نیز وہ الفاظ جرائن کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے اُن کا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے تھی انھیں سے باب باندھا نیز یہ لفظ اُن کی شرط پر تھے ترجمہ سے اُن کا اشعار کیا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اس پر یہ حکم کہ صاف واضح ہے کس درجہ جہل فاضح ہے، فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

لفظ الترجمة لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین و ابولعلی و الطبرانی لہ
ترجمہ باب کی عبارت اُس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین و ابولعلی و طبرانی نے ابوہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

پھر فرمایا:

لما لم یکن شیئ منها علی شرط المصنف اقتصر
 علی الترجمة واورد الذی صح علی شرط
 یہ روایتیں شروط بخاری پر نہ محض لہذا ان الفاظ کو
 ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور ان کے مؤید وہ حدیثیں
 لائے جو ان کی شرط پر تھیں۔

(۵۲) ص ۶۱ ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے اس
 طرز بیان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو کچھ کہلے اُس سے صرف آئندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع
 نہیں۔ بارہ خلفائوں کی پیش گوئی اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے
 یعنی شارع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیش گوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب علم شرعی سے خالی ہوجاتی ہیں
 اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پچریں لگا کر خبر پر ڈھال دینا واجب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس ،
 قد موا قریشا ولا تقد موہبہ۔ قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔
 یہ بھی امر وہی نہیں خبر ہوگا کیونکہ ان کی طرف دانی میں قد موا صیغہ مضارع ہے اور لا تقد موا صیغہ ماضی،
 بات وہی ہے کہ یقیناً بکل حدیث۔

(۵۳ تا ۵۴) ص ۶۲ ائمہ حدیث نے حدیث قحطانی و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف
 صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے۔

اولاً یہ عیاری و چالاکي ملاحظہ ہوا امارت قریش والی روایت میں کہا جس سے حدیث الامراء من
 قریش و حدیث الائمة من قریش و حدیث لا یزال ہذا الا مصرفی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ
 حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے تشریع ثابت نہیں نری خبر ہیں زیر نمبر ۴۲ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں ان کی عبارتیں
 فصل اول میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے تو بہ کیجئے، ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن تصریحوں
 سے کیوں منکر ہو۔

ثانیاً ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے:

ان هذا الا مصرفی قریش لا یعاد یہم احد
 الا کسبه الله علی وجہہ ما اقاموا
 بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کرے گا
 اللہ اُسے اونڈھے منہ گرائے گا جب تک قریش

۱۶/۲۳۱ مصطفیٰ البابی مصر باب الامراء من قریش
 ۲۲/۱۲ لکھ کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹، ۳۳۷۹۰، ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی طبرانی موسۃ الرسالہ بیروت

الدین

دین قائم رکھیں۔

اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامت دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہو جانا کیوں لازم آیا وہ تشریح ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لئے ہے اور یہ خبر ہے اور مقید ہے یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں جب اسے چھوڑیں گے خلافت جاتی رہے گی۔

ثالث عجیب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو لکھا وہ تو ان کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کر لیا جائے اور خود ان باقی احادیث میں جو ان کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت و اجماع صحابہ بتایا وہ انہیں کے کلام سے رد کر دیا جائے اور کیا یہ حرفون الکلم عن مواضعہ کے سر پر سینک ہوتے ہیں، قرآن عظیم نے اسے خصلت یہود بتایا کہ بات کو اس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

مصابعہا جب جماعت ائمہ حدیث کی روشنی و قاہر تقریحات حتیٰ کہ اجماع صحابہ و عقیدہ اہل سنت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے ان کے دو چار کا کہنا کیوں حجت ہو، آپ تو مجتہدین بھی اپنے اڑتے ہیں، ان دو چار ٹھیک مقلدوں کا دامن نہ تھا یہی، حدیث سے پہلے، حدیث میں ما اقاموا الدین بعد جملہ لا یعاد یہم احد الا اکبه اللہ ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے تو ذکر دور کے جملہ ان هذا الامر فی قریش کے کیوں جو رد دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر ہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے یہ متصل ہے تو معنی حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رسوا ہو گا اب اپنے اجتہاد کی خبریں کہتے۔

(۵۷ تا ۶۰) حدیث جلیل "الائمہ من قریش" پر ایک ہاتھ من حدیث السند بھی صاف کیا، ص ۶۴ یہ الفاظ اور حضرت ابو بکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، فتح الباری میں ہے:
الائمہ من القریش سے رجالہ رجال الصبیح حدیث "الائمہ من قریش" کے تمام راوی صحیح حدیث
ولکن فی سندہ انقطاع ہے کے راوی ہیں لیکن اس کی سندیں انقطاع ہے (ت)

سے نہ فتح الباری میں من القریش ہے نہ حدیث میں، پہلے بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کی تھی مگر امام ابن حجر پر تو اس افتراء علی المصطفیٰ کی تمت نہ رکھے ۱۲ منہ غفرلہ

لے صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۷
لے القرآن الکریم ۵/۱۳
لے فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامر من قریش مصطفیٰ البابی مصر ۱۶/۲۳۱

اولاً فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ و کثیر طرق سے حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علیؓ و حضرت انس بن مالکؓ و حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن سفین و ابویعلیٰ و طبرانی و ابوداؤد و طیالسی و بزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی، یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے، صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حمید بن عبدالرحمن ہیں ان کو صدیق اکبر سے سماع نہیں۔ فتح الباری کی عبارت لمخصاً یہ ہے احادیث ابو ہریرہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیث انس ذکر کر کے کہا:

واخرجه النسائي و البخاري ايضا في التاسيع و ابويعلى من طريق بكير الجزري عن انس و له طرق متعددة عن انس، و اخرج احمد هذا اللفظ من حديث ابی هريرة و من حديث ابی بكر الصديق و رجاله رجال الصحيح لكن في سنده انقطاع، و اخرجه الطبراني و المحاكم من حديث علي بهذا اللفظ الاخير له ہے، اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی انھیں لفظوں سے کہ الاثمة من قریش۔

مسٹر نے اول آخر سب اڑا کر مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگا دیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے۔

ثانیاً فصل اول میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الاثمة من قریش کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اُسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید و اغولے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی تہمت کیسی جرأت پر وبال ہے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ خود ہی ص ۵۶ پر کہہ چکے تھے ”احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں

سب صحیح ہیں۔ اب یہاں یہ کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں چارہی ورق بعد نفسی ما قدمت یدہ (اپنے ہاتھوں پیش کیا ہوا قبول کیا۔ ت)

مسابعاً وہیں اُس کے متصل تھا یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اُس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا اب اُس حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا، اگر یہ کلام اُس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کونسا حق بنانے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اُس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو رد و اعتراض کے لئے کہنا اُس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعویٰ کی کوئی مدد نہیں مل سکتی اولاً یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، کیسا اغرائے جمال ہے۔ یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشادات نبوت پر ظلم رانی، ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔